

لَوْ كَانَ بَعْدِي نَبِيٌّ لَكَانَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ (الْبَيْهَقِيُّ)

مَعَالِمُ الرِّيَادَةِ فِي مَالِمِ الرَّمَادَةِ  
يعني  
حضرت عمرؓ کا قائدانہ کردار

تالیف

قاری روح اللہ مدنی  
خطیب اعلیٰ صوبہ سرحد

دارالقرآن الکریم، شارع خیبر، پشاور چھاپائی  
دارالقرآن الکریم، بی۔ ۳۔ فیزہ، حیات آباد  
صوبہ سرحد۔ پاکستان

لَا تَكُنْ بَعْدِي نَبِيٌّ لَكَانَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ (الْحَبِيش)

مَعَالِمُ الرِّيَادَةِ فِي مَالِمِ الرَّمَادَةِ

یعنی

حضرت عمرؓ کا قائدانہ کردار

تالیف

قاری روح اللہ مدنی

خطیب اعلیٰ صوبہ سرحد

دار القرآن الکریم، شارع خیبر، پشاور چھاؤنی

دار القرآن الکریم، بی۔ ۳۔ فیزہ، حیات آباد

صوبہ سرحد۔ پاکستان

## پیش لفظ

یہ رسالہ اختصار اور جامعیت کی ایک اچھی مثال ہے۔ رسالہ نویسی دینی ادب میں ایک روشن روایت رہی ہے۔ صاحبان علم و فضل نے بے شمار رسائل لکھے ہیں جن میں عصری مباحث پر تحقیق کی گئی ہے اور اختلافی مسائل کو سلجھایا گیا ہے۔ قاری صاحب نے جس شخصیت کو منتخب کیا ہے وہ ہمیشہ امت مسلمہ کے لئے رشد و ہدایت کا ایک لافانی منبع رہی ہے۔ اور ہمیشہ انسانیت کو مقاطیس کی طرح اپنی طرف کھینچتی رہی ہے۔ جہاں کہیں بھی موثر عدل و انصاف کی بات ہوگی۔ جناب عمر کا ذکر ہوگا۔ جہاں بھی ریاست اور شہری کے تعلق کو قائم کرنے کی کوشش کی جائے گی جناب عمر کی شان فاروقی سامنے آئے گی عوام دوستی کا ذکر ہوگا۔ تو جناب عمر کی یادیں لوٹ آئیں گی۔ مساوات کی بحث چھڑے گی تو فاروق معیار ناگزیر ہو جائیں گے۔ قاری صاحب نے جس موضوع کو منتخب کیا ہے۔ وہ آج کی انتظامیہ کے لئے ایک اہم موضوع ہے۔ crisis Management کی اس سے بہتر مثال زمانہ خلافت میں نہیں ملے گی۔

دنیا میں کتنے ہی انقلابات آئے اور آتے رہیں گے۔ کتنے ہی تجربے ہوئے نعرے لگائے گئے فلسفے سامنے آئے لیکن بنیادی مسئلہ کہ ریاست اور شہری کے تعلق کو کیسے استوار کیا جائے اب بھی تشریح طلب ہے۔ اس تعلق کو استوار کرنے کے لئے جس معیار عمل کی ضرورت ہے۔ اس کی مثال صرف اسلام میں ملتی ہے۔ اور پھر دور فاروقی میں صرف قواعد و ضوابط اور systems کی پیروی سے مسائل حل نہیں ہو سکتے جب تک نظام کے پیچھے یا اس کے سامنے انسانی عمل کا کوئی معیار موجود نہ ہو۔ یہ معیار عام حالات میں اتنی اہمیت نہیں رکھتا۔ لوگ اگر پرامن ہیں۔ بنیادی ضروریات پوری ہو رہی ہیں کسی اندرونی یا بیرونی خدشے کا امکان نہیں تو ایسے حالات میں کسی مثالی کردار کے بغیر بھی کام

چلتا رہتا ہے۔ نظام کی آزمائش اس وقت ہوتی ہے جب ایک ہنگامی صورت سامنے آئے حالات بگڑ جائیں معاشی ضرورتیں نہ پوری ہو سکیں اور معاشرے میں ایک اضطراب کی کیفیت ہو۔ زمانہ خلافت میں یہ صورتحال عام الزامۃ یعنی قحط کے سال میں پیدا ہوئی اور جناب عمرؓ نے انتظام و انصرام کی وہ مثالیں قائم کیں جن کی نظیر دنیا کے کسی انتظامی ادب میں نہیں ملتی۔ قحط کے موضوع کو منتخب کرتے ہوئے قاری صاحب نے ایک ایسا محور مہیا کر دیا ہے جس کے ارد گرد ایک پورا نظام تعمیر کیا جاسکتا ہے۔ Management کے اس ماڈل کو مختلف طریقوں سے دیکھا جاسکتا ہے۔ نظریاتی معیار پر اخلاقی سطح پر اور خالص انتظامی تناظر میں، فاضل مصنف نے ان تمام سطحوں کو زیر نظر رکھا ہے۔ عقیدہ انسان کو ایک تحرک بخشتا ہے۔ بے تحرک انتظامیہ یکسانیت کا شکار ہو جاتی ہے۔ اس میں وہ قوت نموباتی نہیں رہتی جو بدلتے ہوئے حالات کا مقابلہ کر سکے۔ اخلاق یعنی خوب و زشت کا ادراک اس تحرک کو ایک سمت بخشتا ہے۔ اگر سمت کا صحیح تعین ہو جائے۔ تو انتظامی امور چلانے میں آسانی ہوتی ہے۔ اندرونی کشش بھی ختم ہو جاتی ہے اور فیصلے ضروریات سے ہم آہنگ ہو جاتے ہیں قاری روح اللہ صاحب نے کوئی بات بلا تحقیق نہیں لکھی۔ جن مصادر سے استفادہ کیا ہے وہ بلاشبہ معتبر ہیں اور اہل علم ہمیشہ ان مصادر کے محتاج رہے ہیں۔ اس تحقیقی مقالے کو پڑھتے ہوئے یہ احساس شدت سے ابھرتا ہے کہ اسے مزید پھیلا یا جائے اور آج کے مباحث سے منسلک کیا جائے۔ اگر ناقدانہ انداز سے دیکھا جائے تو رماۃ کے پس منظر میں بہت سارے سوالات اٹھتے ہیں۔ اور ان کے جوابات ملتے ہیں۔ ناقدین اسلام یہ اعتراض کرتے رہے ہیں کہ اسلامی فتوحات کے پھیلاؤ کے ساتھ مفتوحہ علاقوں کی دولت سید نہ منورہ منتقل ہوتی رہی اور اسے وہ ایک استعماری استحصال سمجھتے ہیں۔ چونکہ مغرب کی راستعماری قوتیں خود یہ لوٹ مار کرتی رہی ہیں۔ اور کر رہی ہیں۔ اس لئے اسلامی ریاست

کے پھیلاؤ کو بھی وہ اسی استعماری انداز میں دیکھتی ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ رمادۃ کے زمانے میں اسلامی سلطنت 22 لاکھ مربع میل پر مشتمل تھی۔ دریائے نیل سے لے کر دریائے آمو تک۔ اگر باہر کی دولت جمع ہوتی تو وہ صحرائی آبادی کے لئے سالوں تک کافی تھی۔ واقع یہ ہے کہ قسط کا مقابلہ مقامی ذرائع سے کیا گیا جب وہ وسائل ختم ہوئے تو پھر صوبوں کو امداد کے لئے کہا گیا۔ ایسا نہیں ہوا کہ تمام ذرائع اور وسائل مرکز کے زیر تصرف ہوں۔ اور صوبوں کو مرکز کا دست نگر بنادیا جائے۔ خود اختیاری کا یہ اصول اسلامی سلطنت کا بنیادی اصول تھا۔ قانون کی یگانگت کی وجہ سے استعماریا نوآبادیاتی نظام کی نفسیات ختم ہو جاتی ہیں۔ استعماری نظام میں فاتح اور مغضوب کے لئے ایک قانون نہیں ہوتا لیکن اسلامی سلطنت میں جو قانون (شریعت) مدینہ منورہ میں نافذ تھا وہی قانون اسلامی ریاست کے تمام صوبوں میں نافذ تھا۔ سیاہ سفید، عرب و عجم، امیر و غریب کے امتیازات نہ تھے۔ فاضل محقق نے شام، فلسطین، عراق اور دوسرے صوبوں سے مرکز کے تعلق کو شفقہ روایات کی روشنی میں نمایا کیا ہے۔ اس موضوع کو مزید پھیلا یا جاسکتا ہے اور یہ اہل علم کا کام ہے۔ جناب عمر صوبوں سے امداد مانگتے ہیں اور ”یامد“ ”یامد“ کے الفاظ استعمال کرتے ہیں۔ ہمارے ہاں معاملہ الٹا ہے جس کی وجہ سے مقامی وسائل کے استعمال کے اوپر ہمیشہ الجھاؤ رہتا ہے۔ اور بخشش ختم نہیں ہو پاتی۔

اک دوسری چیز جو اک حساس قاری کے ذہن میں ابھرتی ہے وہ اختیارات کی تقسیم ہے۔ رمادۃ میں انتظامیہ کی جو تربیت ہوئی وہ ہمیشہ کے لئے islamic administration کا سرمایہ بنی۔ دیانت دار لوگوں کو ذمہ داری سونپی گئی اور انہیں بھرپور اختیارات دیئے گئے۔ ہمارے ہاں جو صورت حال ہے۔ اس میں اختیارات کی تقسیم اور جال کار کی سخت ضرورت ہے۔ غربت کا خاتمہ ہو یا جرائم کی بیخ کنی یہ دونوں اصول ناگزیر ہیں۔

248.83

روح - ق

کتاب کا نام: ..... قائدانہ کردار  
مصنف: ..... قاری روح اللہ مدنی  
صفحات: ..... 133  
قیمت: .....  
ایڈیشن: ..... اول  
تعداد: ..... 500  
مطبع: ..... بشیر احمد مشین مین

### ناشر

دار القرآن الکریم شارع خیبر۔ پشاور چھاؤنی  
دار القرآن الکریم بی۔ 3، فیز-5 حیات آباد پشاور

فون: 0092-91-5273364

0092-91-5273365

0092-91-5270604

0092-91-5829599

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

نمبر شمار	عنوانات	صفحہ نمبر
1	تقدیم و تبریک بقلم شیخ اشیوخ حضرت مولانا ڈاکٹر شیر علی شاہ مدنی حفظہ اللہ	
2	پیش لفظ جناب عبداللہ صاحب چیئر مین پبلک سروس کمیشن و سابق چیف سیکرٹری صوبہ سرحد	1
	حضرت عمر رضی اللہ عنہ احادیث کے آئینے میں	
3	مراد رسول صلی اللہ علیہ وسلم	6
4	قبولیت اسلام	7
5	الفاروق	8
6	قبول اسلام کے بعد	9
7	علیت	10
8	لسان حق	11
9	عمر رضی اللہ عنہ اور شیطان	12
10	عمر المثلہم رضی اللہ عنہ	13
11	اخوت	14
12	عمر فی الجنتہ	15
13	عمر اور ختم نبوت	18
14	بحیثیت امیر المؤمنین	19
15	سرکاری دورہ کے اخراجات	20
16	سرکاری دورہ کے انتظامات	20
17	سرکاری علاج	21
18	عوامی حقوق اور ریاستی پالیسی	22
19	دعاء شہادت	24
20	آخری تمنا	25
21	امیر المؤمنین حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی رائے	26



28	تمہید	22
33	الرماۃ اور اس کا مفہوم	23
34	عام الرماۃ کا تعین	24
37	جزیہ	25
40	عام الرماۃ سے پہلے عمومی صورتحال	26
41	الرماۃ کی تفصیلات	27
43	انتظامات اور فاروقی کردار	28
44	بیت المال سے امداد	29
45	خود احتسابی	30
46	توجہ الی اللہ	31
49	شہینہ گشت	32
50	امداد کی اپیل	33
58	امدادی سامان کی تقسیم کے لئے منتظمین کا تقرر	34
58	مدینہ منورہ میں تقسیم	35
60	مدنی ریاستی دسترخوان	36
62	حجاز میں غذائی سامان کی تقسیم	37
67	مصیبت زدوں کو یاد رکھنا	38
68	مریضوں کی عیادت اور اموات کی تدفین	39
69	راشن بندی	40
71	دفاعی صورتحال	41
72	سنت فاروقی	42
72	گھی سے پرہیز	43
74	گوشت سے پرہیز	44
74	دوسان ایک ساتھ دسترخوان پر نہیں کھائے	45
75	چھنا ہوا آٹا نہیں کھایا	46
75	شہد کا شربت	47

75	ردی مجھریں	48
75	ٹڈی کی خواہش	49
76	قصر خلافت کا دسترخوان	50
77	عوام کے ساتھ بیٹھ کر کھانا	51
78	پیٹ گڑ گڑانا	52
79	رنگ بدل گیا	53
80	زندگی خطرے میں پڑ گئی	54
80	سواری چھوڑ دی	55
81	خلیفہ وقت کا لباس	56
81	صاحبزادگان	57
82	بیویوں سے کنارہ کشی	58
83	خود سامان اٹھانا اور کھانا پکانا	59
84	پکانے کی تربیت دینا	60
84	نماز استسقاء اور بارانِ رحمت کا نزول	61
87	پہلا خواب	62
89	دوسرا خواب	63
93	صلۃ استسقاء	64
104	بارانِ رحمت کا نزول	65
107	مہاجرین کی واپسی	66
109	زکاة کی وصولی میں تاخیر	67
110	زکاة کی وصولی مؤخر کرنے کے فوائد	68
111	بارانِ رحمت کے نزول کے بعد بھی عزیمت	69
112	تعطیل حد سرقہ	70
119	ماخذ و مراجع	71



بسم الله الرحمن الرحيم

الحمد لله وكفى وسلاماً على عباده الذين اصطفى، اما بعد، محترم وکرم برادرم حضرت مولانا قاری روح اللہ صاحب مدنی مدظلہ کی گرانقدر زرین مایہ ناز تالیف ”قائدانہ کردار“ کے ایمان افروز موضوع، دلکش اسلوب بیان نے مجھ کو اپنی مقناطیسی جذب و کشش سے عمیق مطالعہ کی طرف کھینچ لیا۔ امیر المؤمنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی سیرت معطرہ کے رنگ برنگ پاکیزہ مناقب، روح پرور رعایا پروری کے واقعات سے دل و دماغ میں عجیب و جدو کیف کا تلاطم، رگوں میں ایمانی حرارت، آنکھوں میں ٹھنڈک اور طراوت محسوس کرتا رہا۔

جُهِدَ الْمُتِمِّمَ أَشْرَاقَ فَيْظِهَا دَمَعَ عَلَى صَفْحَاتِ الْخَدِيدِ تَحْدِيرُ

اول سے آخر تک تمام کتاب کو ایک ہی نشست میں ختم کیا۔

ماشاء اللہ۔ محترم قاری صاحب نے اس اہم موضوع کی تحقیق و تجسس میں متعدد معتمد مراجع و مصادر کی ورق گردانی فرمائی ہے۔ اور پورے نظم و ضبط شستہ، شگفتہ سلیس اردو زبان میں فرزندان اسلام کو ایک بیش بہا علمی تحفہ سے نوازا ہے۔

محترم و کرم جناب عبداللہ صاحب چیئر مین پبلک سروس کمیشن و سابق چیف سیکرٹری صوبہ سرحد نے اپنے جوہری مقدمہ میں کتاب کی معنویت اور افادیت پر سیر حاصل تبصرہ فرمایا ہے۔ اسلامی ممالک کے حکام و امراء کے لئے بالخصوص اور عامۃ المسلمین کے لئے بالعموم یہ کتاب مشعل راہ ہے۔

رب العالمین جل جلالہ اس عظیم عمل کو شرف پذیرائی عطا فرمائے۔ و نفع بہ العباد و البلاد و بارک فی علوم المؤلف الوقور و أعماله و وفقہ لا کثر

من ذالك فى ميادين التصنيف و التدريس والدعوة إلى الله تعالى و ما  
ذلك على الله بعزیز إنه تعالى سميع قريب مجیب ' و صلى الله تعالى  
على أشرف رسله و خاتم أنبیائه و على آله و أصحابه اجمعین .

شیر علی شاه المدنی

خادم الطلاب بجامعة دار العلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک

۱۳۳۶/۱/۲۰ هـ

مطابق 2 مارچ 2005م

دارالقرآن الکریم حیات آباد (زرچہ)



دنیا کے سارے نظام بظاہر یہ کوشش کرتے ہیں۔ کہ حکومت کو عوام کے قریب لایا جائے۔ اور حاکم و محکوم کی تمیزیں ختم کی جائیں لیکن حقیقت یہ ہے کہ جمہوری نظام ہو یا غیر جمہوری یہ تمیزیں آج تک نہیں ختم ہو سکیں۔ انسانی تاریخ میں صرف خلافت کا زمانہ ہے۔ جس میں یہ تمیزیں ختم کر دی گئی تھیں۔ اور خلیفہ ہر اعتبار سے عوام کا نمائندہ تھا۔ اس تحقیقی مقالہ میں اس پہلو کو بھی بھرپور طریقے سے نمایاں کیا گیا ہے۔ ذرا سوچیے کہ اتنی بڑی سلطنت کا حکمران ہر سطح پر عوام کے ساتھ ہے۔ نہ کسی protocol کا خیال ہے۔ اور نہ security کا، خدشات و خطرات اس زمانے میں بھی تھے لیکن جناب عمر نے اپنے اور عوام کے درمیان کسی چیز کو حائل نہ ہونے دیا۔ عوامیت کا یہ تاثر آج بھی پیدا کیا جاتا ہے۔ لیکن وہ چند تصویروں اور Media کے کمالات تک محدود ہوتا ہے۔ یہ Media کے وہ ہتھیار ہیں جو حکمرانوں کی ذاتی زندگی سے توجہ ہٹانے کے لئے عوام دوست کی تصویروں کا سہارا مہیا کرتے ہیں۔ تاکہ لوگوں میں حکومت کے لئے اپنائیت کا احساس پیدا کیا جائے۔ Media کے ان کمالات کو اگر weapons of mass distruction کہا جائے تو درست ہوگا۔ سب سے اہم بات جو اس مقالے سے نمایاں ہوتی ہے۔ وہ ریاست اور شہری کا باہمی تعلق ہے۔ ریاست کا کام شہریوں کو تحفظ دینا ہے۔ اور ان کی ضروریات پورا کرنا ہے۔ جہاں تک تحفظ کا تعلق ہے رماۃ کے زمانے میں کسی کو یہ جرات نہ ہو سکی کہ وہ اسلامی ریاست کو کسی آزمائش میں ڈالے۔ سرحدوں کا تحفظ کیا گیا اور کسی نقطہ زدہ علاقے میں کوئی شورش نہیں اٹھی۔ لیکن اس سے بھی زیادہ اہم بات یہ ہے کہ ریاست نے ہنگامی حالت (Emergency) کا سہارا لیتے ہوئے شہریوں کے حقوق پہ کوئی زد نہیں لگائی۔ اکثر یہ ہوتا ہے کہ ہنگامی صورتحال میں شہری حقوق معطل کئے جاتے ہیں اور پھر حکمران جس طرح چاہیں ان ہنگامی اختیارات کو استعمال کرتے ہیں۔ اکثر و بیشتر یہ اختیارات مخالفین کے خلاف

استعمال کئے جاتے ہیں۔ اور نام Emergency کا ہوتا ہے۔ شان فاروقی یہ ہے کہ جناب عمر نے ہنگامی صورت حال سے نمٹنے کے لئے شہری حقوق معطل نہیں کئے۔ بلکہ ریاستی سزاؤں کو معطل کیا۔ حکمرانی (Governance) کی ایسی مثال دنیا میں نہیں ملتی اصل بات یہ ہے۔ کہ بنیادی انسانی حقوق کا تحفظ اور بنیادی ضروریات کی فراہمی اسلامی ریاست کا فریضہ ہے۔ اگر ریاست شہریوں کو بنیادی ضروریات فراہم نہیں کر سکتی تو اسے شہریوں کو اضطراری حالت میں قانون شکنی پر سزا دینے کا حق نہیں پہنچتا۔ آج کل بڑی بڑی جمہوریتیں Emergency کی آڑ میں بنیادی انسانی حقوق کو پامال کر رہی ہیں۔ جناب عمر کی Crisis Management وہ روشن اور معجزانہ مثال ہے۔ جس کی دنیا کو ضرورت ہے لیکن یہ ماڈل کردار مانگتے ہیں۔ اور ہم بے کردار نظاموں کو چلانے پر مصر ہیں۔ قاری صاحب کی کوشش ایک مستحسن آغاز ہے۔ دعا ہے کہ اللہ اس کوشش کو قبولیت بخشے۔ امید ہے۔ کہ اہل علم اس کوشش میں پر مغز اضافے کرتے رہیں گے۔

عبداللہ 10 مارچ 2004 م

۱۸ محرم الحرام ۱۴۲۵ھ پشاور



# مراد رسول ﷺ

نبی کریم ﷺ نے فرمایا

اللَّهُمَّ اعِزَّ الدِّينَ بِعُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ ☆ ۱

اے اللہ عمر بن الخطابؓ کے ذریعے دین اسلام کو غلبہ عطا فرما۔

☆ ۱ طبقات ابن سعد ج ۳ ص 267/269

اسد الغابۃ ج 4 ص 152 عبون الاثر ج 1 صفحہ 151

صحیح ابن حبان ج 15 صفحہ 306 حدیث نمبر 6882

کتاب فضائل الصحابة ص 262 حدیث نمبر 338

## قبولیت اسلام!

لا اله الا الله محمد رسول الله

عن عمر رضی اللہ عنہ قال :

كُنْتُ مِنَ أَشَدِّ النَّاسِ عَلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ  
قَالَ: فَاتَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي دَارٍ عِنْدَ الصَّفَا فَجَلَسْتُ  
بَيْنَ يَدَيْهِ فَأَخَذَ بِمَجْمَعِ قَمِيصِي ثُمَّ قَالَ: (أَسْلِمَ يَا بَنَ الْخَطَّابِ أَللَّهُمَّ  
اهْدِهِمْ) قَالَ: فَقُلْتُ: "أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَأَنَّكَ رَسُولُ اللَّهِ" قَالَ:  
فَكَبَّرَ الْمُسْلِمُونَ تَكْبِيرَةً سَمِعْتُ مِنْ طَرَفِ مَكَّةَ ☆

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

میں رسول اللہ ﷺ کے شدید ترین مخالفین میں سے تھا پھر میں نبی کریم ﷺ کی  
خدمت میں صفا کے مقام پر ایک گھر میں حاضر ہو کر ان کے سامنے بیٹھ گیا۔ انہوں نے  
میرا گریبان پکڑ کر فرمایا۔ خطاب کے بیٹے! اسلام قبول کر لو۔ الہی اسے ہدایت فرما میں  
نے فوراً کہا: میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے علاوہ کوئی معبود برحق نہیں۔ اور آپ اللہ کے  
رسول ہیں یہ سن کر مسلمانوں نے نعرہ تکبیر بلند کیا جو مکہ کرمہ کے اطراف تک میں سنا گیا۔

☆ اسد الغابہ ج 4 ص 148

مناقب عمر ص 13

المواہب اللدنیہ ج 1 صفحہ 243

عیون الأثر ج 1، ص 154. 155

## الفاروق

عَنْ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ:

..... فَقُلْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ: أَلَسْنَا عَلَى الْحَقِّ إِنْ مِتْنَا وَإِنْ حَيَيْنَا؟ قَالَ بَلَى. وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ إِنَّكُمْ عَلَى الْحَقِّ إِنْ مِتُّمْ وَإِنْ حَيَيْتُمْ قَالَ: فَقُلْتُ: فَيَمِيزُ الْاِخْتِفَاءُ؟ وَالَّذِي بَعَثَكَ بِالْحَقِّ لَتَسْخَرُنَّجُنَّ. فَأَخْرَجَنَاهُ فِي صَفَيْنِ، حَمْرَةً فِي أَحَدِهِمَا وَأَنَا فِي الْآخَرِ، لَهُ كَدِيدٌ كَكَدِيدِ الطَّحِينِ حَتَّى دَخَلْنَا الْمَسْجِدَ قَالَ فَنَظَرْتُ إِلَى قُرَيْشٍ وَإِلَى حَمْرَةٍ فَأَصَابَتْهُمْ كَأَبَةٌ لَمْ يُصِبْهُمْ مِثْلُهَا فَسَمَّانِي رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ” الْفَارُوقَ “ ☆

حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ (قبول اسلام کے بعد) میں نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ کیا ہم حق پر نہیں خواہ جن میں یا میں؟ آپ نے فرمایا! قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے۔ تم حق پر ہو خواہ مرو یا جیو۔ تب میں نے عرض کیا کہ پھر چھپنا کیسا؟ قسم ہے اس ذات کی جس نے آپ کو حق کے ساتھ بھیجا ہے آپ ضرور باہر نکلیں چنانچہ ہم ان کو لے کر دو قطاروں میں باہر نکلے حمزہ رضی اللہ عنہ ایک قطار اور میں دوسری میں تھا۔ اور یوں گرد اڑاتے ہوئے ہم مسجد میں داخل ہوئے قریش نے میری طرف اور حمزہ کی طرف دیکھا۔ ان کو ایسا دھچکا لگا کہ ایسا پہلے کبھی نہ لگا تھا۔ اس پر رسول اللہ ﷺ نے مجھے فاروق کا لقب دیا۔

☆: 1: حلیۃ الاولیاء ج 4 ص 40 (۲) مناقب عمر ص ۱۳ (3) جولہ تاریخیہ ص 77

(4) دلائل النبوة لابی نعیم ص 195 (5) السیرۃ النبویۃ للذہبی ص 108

## قبول اسلام کے بعد

قَالَ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مَسْعُودٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ :  
كَانَ إِسْلَامُ عُمَرَ فَتْحًا ، وَكَانَتْ هِجْرَتُهُ نَصْرًا وَكَانَتْ إِمَامَتُهُ  
رَحْمَةً ، لَقَدْ رَأَيْنَا وَمَا نَسْتَطِيعُ أَنْ نُصَلِّيَ بِالْبَيْتِ حَتَّى أَسْلَمَ عُمَرُ ،  
فَلَمَّا أَسْلَمَ عُمَرُ قَاتَلَهُمْ حَتَّى تَرَكُونَا فَصَلَّيْنَا ۝ ☆

عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا قبول اسلام درحقیقت ایک  
بڑی فتح تھی۔ ان کی ہجرت نصرت تھی اور ان کی امامت رحمت تھی ہم  
نے دیکھا کہ ان کے قبول اسلام سے قبل ہم بیت اللہ میں نماز ادا نہیں  
کر سکتے تھے۔ پھر جب عمر رضی اللہ عنہ نے اسلام قبول کر لیا۔ تو وہ ان  
مشرکین سے لڑے تب جا کر انہوں نے ہمیں نماز پڑھنے دی۔

☆ طبقات ابن سعد ج 3 ص 270

اسد الغابۃ ج 4 ص 152

سیرۃ ابن ہشام ج 1 ص 294

سیرت ابن اسحاق ص 185

## علمیت

قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

بَيْنَا أَنَا نَانِمٌ إِذْ رَأَيْتُ قَدَحًا أَتَيْتُ بِهِ، فِيهِ لَبَنٌ، فَشَرِبْتُ مِنْهُ حَتَّى إِنِّي لَأَرَى الْبَرَى يَجْرِي فِي أَظْفَارِي، ثُمَّ أُعْطِيتُ فَضْلِي عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ قَالُوا فَمَا أَوْلَتْ ذَلِكَ؟ يَا رَسُولَ اللَّهِ! قَالَ "الْعِلْمُ" ☆  
رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

میں سو رہا تھا کہ خواب میں ایک برتن (پیالہ) دیکھا۔ جو میرے پاس لایا گیا۔  
اکیس دودھ تھا۔ میں نے اس سے دودھ پیا۔ یہاں تک کہ میں نے سیرابی کے آثار اپنے  
ناخنوں میں دیکھ لیے۔ پھر باقی بچ جانے والا دودھ میں نے عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کو  
دیا۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ آپ نے اس کی کیا تعبیر فرمائی  
ہے؟ آپ نے فرمایا: (علم)

☆: یہ الفاظ صحیح مسلم کے ہیں کتاب فضائل الصحابة باب من فضائل عمر رضی اللہ عنہ  
حدیث نمبر 239

صحیح بخاری کتاب اصحاب النبی باب مناقب عمر رضی اللہ عنہ بن الخطاب  
ترمذی کتاب المناقب (50) باب 18 مناقب عمر رضی اللہ عنہ  
مسند احمد بن حنبل ج 2 صفحات 83'108'130'147'154  
اسد الغابہ ج 4 ص 154  
سنن الدارمی کتاب الرؤیا باب فی القمص والیر واللبن... الخ  
صحیح ابن حبان ج 1 ص 301 حدیث 20772  
فضائل الصحابة ج 1 ص 271 وفی آخره الدین بدلًا من العلم  
السنن الکبری ج 7 ص 78 حدیث 13324  
کتاب السنۃ لابی عاصم ج 2 ص 568 حدیث 1256  
شرح السنۃ ج 14 ص 88 حدیث 3880  
تحفۃ الاشراف ج 5 ص 338 حدیث 6700  
نہایۃ الأرب فی فنون الادب ج 19 ص 148

## لسان حق

قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ  
إِنَّ اللَّهَ جَعَلَ الْحَقَّ عَلَى لِسَانِ عُمَرَ وَقَلْبِهِ ☆

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا  
بے شک اللہ تعالیٰ نے عمر کی زبان اور ان کے دل پر حق جاری کر دیا ہے۔

☆: سنن ترمذی کتاب المناقب 50 باب 18 فی مناقب عمر بن الخطاب حدیث نمبر 3682

مسند ابی داؤد کتاب الخراج والامارة والقی باب فی تدوین العطاء حدیث 2962

مسند احمد ج 2 ص 53+401 ج 5 ص 145'165'177

طبقات ابن سعد ج 3 ص 270

اسد الغابة: ج 4 ص 151

فضائل الصحابة ج 1 ص 250'251 حدیث 313'315

المعجم الأوسط ج 1 ص 202 حدیث 291

مجمع الزوائد ج 9 ص 66

علل الحدیث ج 2 ص 381 حدیث 2654

كشف الخفا ومزيل الإلباس ج 1 ص 223 حدیث 681

الجواهر الثمین فی سیر الملوك والسلاطین ص 41

نهاية الأرب فی فنون الأدب ج 19 ص 148

## عمر رضی اللہ عنہ اور

### شیطان

قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

إِنَّ الشَّيْطَانَ لِيَخَافُ مِنْكَ يَا عَمْرُؤُا ☆

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے عمر! بے شک شیطان تم سے ڈرتا ہے۔

قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ مَا لَقَيْكَ الشَّيْطَانُ قَطُّ سَالِكًا فُجَاءًا إِلَّا سَلَكَ فُجَاءً غَيْرَ فَجَعٍ ☆

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے (حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے) فرمایا:

قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے۔ راہ چلتے ہوئے شیطان جب بھی تمہارے سامنے آیا تو اُس نے تمہارا راستہ چھوڑ کر دوسرا راستہ اختیار کر لیا۔

☆ ۱: سنن الترمذی کتاب (50) المناقب باب (18) فی مناقب عمر رضی اللہ عنہ حدیث

3690.

سنن البیہقی ج 10 ص 77

☆ ۲: صحیح بخاری کتاب 59 بدء الخلق باب 11 صفة ابليس وجوده حدیث 3294

صحیح بخاری کتاب 62 اصحاب النبی باب مناقب عمر بن الخطاب حدیث 6085

صحیح بخاری کتاب 78 الادب باب 67 النسم والضحک .

صحیح مسلم کتاب 44 فضائل الصحابة باب 2 من فضائل عمر حدیث 2396

مسند احمد ج 1 ص 171'182'187

عمل اليوم والليلة للنسائی ص 232

شرح المنہ ج 14 ص 84 حدیث 3874

## عُمَرُ الْمَلِہَم رَضِیَ اللہُ عَنْہُ

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ

إِنَّهُ قَدْ كَانَ فِيمَا مَضَى قَبْلَكُمْ مِنَ الْأُمَمِ مُحَدِّثُونَ وَإِنَّهُ إِنْ كَانَ فِي  
أُمَّتِي هَذَا مِنْهُمْ فَإِنَّهُ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ ☆

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نبی کریم ﷺ سے روایت کرتے ہیں  
کہ انہوں نے فرمایا:

پیشک تم سے پہلے جو امتیں گزر چکی ہیں ان میں کچھ ملکہم ہوا کرتے  
تھے۔ اگر میری اس امت میں بھی ان میں سے کوئی ہے تو بیشک وہ عمر  
بن الخطاب ہے۔

☆: صحیح البخاری کتاب 60 احادیث الانبیاء باب 54 حدیث 3469

کتاب 62 فضائل اصحاب النبی باب 6 مناقب عمر بن الخطاب 3689

مسلم کتاب 44 فضائل الصحابة باب 2 من فضائل عمر رضی اللہ عنہ ح 2398

ترمذی کتاب 50 المناقب باب 18 فی مناقب عمر بن الخطاب ح 3693

مسند احمد بن حنبل ج 2 ص 339 ج 6 ص 55

صحیح ابن حبان ج 15 ص 317 حدیث 6894

المستدرک للحاکم ج 3 ص 86

مسند الحمیدی ج 1 ص 123 حدیث 253

کتاب معرفة علوم الحديث ص 220

شرح السنة ج 14 ص 82 حدیث 3873

الجوهر الثمین ص 42



## اخوت

عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا

أَنَّ عُمَرَ اسْتَأْذَنَ النَّبِيَّ ﷺ فِي الْعُمْرَةِ فَأَذِنَ لَهُ فَقَالَ يَا أَخِي أَشْرِكْنَا  
فِي صَالِحِ دُعَائِكَ وَلَا تَنْسَنَا قَالَ عَبْدُ الرَّزَّاقِ فِي حَدِيثِهِ: فَقَالَ عُمَرُ  
مَا أُحِبُّ أَنْ لِي بِهَا مَا طَلَعَتْ عَلَيْهِ الشَّمْسُ. ☆

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ عمر  
رضی اللہ عنہ نے عمرہ کے لئے نبی کریم ﷺ سے اجازت مانگی۔ آپ  
ﷺ نے اجازت دی اور فرمایا۔ میرے بھائی! اپنی نیک دعاؤں میں  
ہمیں بھی شریک رکھنا اور ہمیں نہیں بھولنا عبد الرزاق نے اپنی روایت  
میں اضافہ کیا کہ عمر رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے کہ نبی کریم ﷺ  
کے ان کلمات کے بدلے میں مجھے دنیا و ما فیہا بھی قبول نہیں۔

## عمر فی الجنة

قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.  
يُطْلَعُ عَلَيْكُمْ رَجُلٌ مِّنْ أَهْلِ الْجَنَّةِ فَاطْلَعِ أَبُو بَكْرٍ ثُمَّ قَالَ يُطْلَعُ عَلَيْكُمْ  
رَجُلٌ مِّنْ أَهْلِ الْجَنَّةِ فَاطْلَعِ عُمَرُ ☆

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔

ابھی تمہارے سامنے اہل جنت میں سے ایک شخص آئے گا۔ چنانچہ حضرت ابو بکر  
رضی اللہ عنہ آئے۔ پھر فرمایا۔ ابھی تمہارے پاس اہل جنت میں سے ایک شخص آئے  
گا۔ چنانچہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ وارد ہوئے۔

www.KitaboSunnat.com

☆: مسند احمد ج 3 ص 331

منحة المعبود بترتيب مسند ابی داؤد الطیالسی ج 2 ص 136 حدیث 2514 باب ماجاء فی

مناقب الخلفاء الاربعة

ترمذی کتاب 50 المناقب باب 18 فی مناقب عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ حدیث

قَالَ سَعِيدُ بْنُ زَيْدٍ بْنُ عَمْرٍو بْنِ نُفَيْلٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ  
كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَاشِرَ عَشْرِهِ فَقَالَ: أَبُوبَكْرٍ فِي  
الْجَنَّةِ وَعُمَرُ فِي الْجَنَّةِ وَعُثْمَانُ فِي الْجَنَّةِ وَعَلِيٌّ فِي الْجَنَّةِ وَطَلْحَةُ  
فِي الْجَنَّةِ وَالزُّبَيْرُ فِي الْجَنَّةِ وَسَعْدُ فِي الْجَنَّةِ وَعَبْدُ الرَّحْمَنِ فِي الْجَنَّةِ  
فَقِيلَ لَهُ مِنَ النَّاسِ؟ قَالَ أَنَا ☆

حضرت سعید بن زید بن عمرو بن نفیل رضی اللہ عنہ نے فرمایا  
کہ رسول اللہ ﷺ دس حضرات میں سے دسویں تھے۔ آپ ﷺ نے  
فرمایا کہ ابوبکر جنت میں ہے، عمر جنت میں ہے، عثمان جنت میں ہے،  
علی جنت میں ہے، طلحہ جنت میں ہے، سعد جنت میں ہے، زبیر جنت  
میں ہے اور عبد الرحمن جنت میں ہے۔  
ان سے پوچھا گیا کہ نواں شخص کون ہے؟ فرمایا: میں خود۔

☆: مسند احمد ج 1 ص 187، ج 2 ص 165

مُسْنَدُ الْمَعْبُودِ بِتَرْتِيبِ مَسْنَدِ أَبِي دَاوُدَ الطَّيَالِسِيِّ ج 2 ص 140 حَدِيثُ مُبَر 2521  
بَابُ مَنَاقِبِ جَمَاعَةِ مِنَ الصَّحَابَةِ وَالْعَشْرَةِ الْمُبَشَّرِينَ بِالْجَنَّةِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ  
سَنَنُ ابْنِ مَاجَةَ مُقَدِّمَةُ بَابِ 11 فِي فَضَائِلِ أَصْحَابِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ  
حَدِيثُ 133

قَالَ أَبُو مُوسَى الْأَشْعَرِيُّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ

..... فَإِذَا إِنْسَانٌ يُحَرِّكُ الْبَابَ فَقُلْتُ مَنْ هَذَا؟ فَقَالَ عُمَرُ بْنُ  
الْخَطَّابِ فَقُلْتُ عَلَى رِسْلِكَ ثُمَّ جِئْتُ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ  
وَسَلَّمَ، فَسَلَّمْتُ عَلَيْهِ وَقُلْتُ هَذَا عُمَرُ يَسْتَأْذِنُ فَقَالَ أَنْذَن لَهٗ وَبَشِّرْهُ  
بِالْجَنَّةِ فَجِئْتُ عُمَرَ فَقُلْتُ أَدْخُلْ وَبَشِّرْكَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ  
وَسَلَّمَ بِالْجَنَّةِ فَدَخَلَ فَجَلَسَ مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي  
الْقَفِّ عَنِ يَسَارِهِ وَذُلِّي رَجُلِيهِ فِي الْبَيْتِ..... الخ ☆

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ

----- پھر میں نے دیکھا کہ کوئی دروازہ ہلا رہا ہے۔ میں نے پوچھا کون؟ اس نے  
کہا: عمر بن الخطاب۔ میں نے کہا ذرا ٹھہرو۔ پھر میں رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں  
حاضر ہوا۔ انکو سلام کیا اور عرض کیا۔ عمر اجازت کا طلب گار ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا  
اسے اجازت دو اور جنت کی بشارت بھی۔ میں عمر کے پاس آیا اور کہا کہ: رسول اللہ  
ﷺ نے آپ کو اندر آنے کی اجازت دی اور وہ آپ کو جنت کی بشارت بھی دے رہے  
ہیں۔ چنانچہ وہ داخل ہوئے اور رسول اللہ ﷺ کے ساتھ بائیں جانب بیٹھ کر انہوں  
نے بھی دونوں پاؤں کنوئیں میں لٹکا دیئے۔

☆: صحیح مسلم کتاب 44 فضائل الصحابة باب 3 من فضائل عثمان

رضی اللہ عنہ حدیث 2432

منحة المعبود ج 2 ص 139 حدیث 2515 باب ماجاء فی مناقب

الخلفاء الاربعة

# عمر اور ختم نبوت

قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ  
لَوْ كَانَ بَعْدِي نَبِيٌّ لَكَانَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ ☆

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

اگر میرے بعد کوئی نبی ہوتا تو عمر بن الخطاب ہوتا۔

☆: ترمذی کتاب 50 المناقب باب 18 فی مناقب عمر بن الخطاب

رضی اللہ عنہ حدیث 3686

مسند احمد ج 4 ص 154

نہایۃ الارب فی فنون الادب ج 19 ص 148

## بحیثیت امیر المؤمنین

(1) جامع بن شداد اپنے والد سے نقل کرتے ہیں کہ:  
امیر المؤمنین بننے کے بعد جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ منبر پر جلوہ افروز ہوئے تو ان کی پہلی بات یہ دعا تھی کہ۔

اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ شَدِیدٌ فَلَیْنِیْ وَاِنِّیْ ضَعِیْفٌ فَفَقَوْنِیْ وَاِنِّیْ بَخِیْلٌ فَمَسْخِنِیْ ☆ ۱  
الہی میں سخت ہوں مجھے نرم دل بنادے، میں ضعیف ہوں مجھے تقویت عطا فرما اور میں بخیل ہوں مجھے بخئی بنا۔

(2) ایک اور موقع پر فرمایا  
میں تمہیں بتا دینا چاہتا کہ بیت المال سے کوئی چیز میرے لیے حلال ہے گرمی اور سردی کے لئے دو چادریں اور حج و عمرہ کے لئے سواری۔ میرا اور میرے اہل و عیال کا خرچہ قریش کے کسی ایسے فرد کے برابر ہے جو نہ تو ان میں سے زیادہ غنی اور نہ ہی زیادہ فقیر ہو پھر میں بھی عام مسلمانوں کی طرح ہوں جو انہیں ملے گا مجھے بھی ملے گا ☆ ۲  
مزید فرمایا۔

بیت المال کے ساتھ میرا معاملہ یتیم کے مال جیسا ہے۔ اگر ضرورت نہ ہو تو میں اس سے بچتا ہوں اور اگر ضرورت ہو تو معروف مقدار کو حلال سمجھتا ہوں۔ ☆ ۳

☆ ۱: طبقات ابن سعد ج 3 ص 274

☆ ۲: طبقات ابن سعد ج 3 ص 275

☆ ۳: عیون الاخبار ص 255

## سرکاری دورہ کے اخراجات

يَسَارُ بْنُ نُمَيْرٍ رَوَيْتَ كَرْتِي هِي ك:

سَالِي: عُمَرُ كَمَ أَنْفَقْنَا فِي حَاجَتِنَا هَذِهِ؟

قُلْتُ: خَمْسَةَ عَشَرَ دِينَارًا ☆ ۱

یعنی مجھ سے عمر رضی اللہ عنہ نے پوچھا کہ اپنے سفر ج کے دوران ہم نے کتنی رقم خرچ کی؟ میں نے عرض کیا پندرہ دینار

## سرکاری دورہ کے انتظامات

عبداللہ بن عامر بن ربیعہ کا کہنا ہے کہ:

صَحِبْتُ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ مِنَ الْمَدِينَةِ إِلَى مَكَّةَ فِي الْحَجِّ ثُمَّ رَجَعْنَا فَمَا ضَرَبَ فِسْطَاطًا وَلَا كَانَ لَهُ بِنَاءٌ يَسْتَقِيلُ بِهِ، إِنَّمَا كَانَ يُلْقَى نِطْعًا أَوْ كِسَاءً عَلَى شَجَرَةٍ فَيَسْتَقِيلُ تَحْتَهُ ☆ ۲

میں نے حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کے ساتھ مدینہ سے مکہ تک حج کے سلسلے میں سفر کیا اور وہاں کسی کا سفر بھی۔ لیکن دوران سفر نہ تو ان کے لئے کوئی خصوصی خیمہ لگایا گیا نہ کسی عمارت کا سایہ لیا۔ بس کسی درخت پر کوئی کپڑا یا چادر ڈال کر اس کے سایہ میں آرام فرماتے۔

## سرکاری علاج

حضرت براء بن معرور رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔

”أَنَّ عُمَرَ خَرَجَ يَوْمًا حَتَّى آتَى الْمِنْبَرَ وَقَدْ كَانَ اشْتَكَى  
شَكْوَى لَهُ فَنَبَّعَتْ لَهُ الْعَسَلُ وَفِي بَيْتِ الْمَالِ عُكَّةٌ  
فَقَالَ : إِنْ أَذِنْتُمْ لِي فِيهَا أَخَذْتُهَا وَالْأُفْنَانُهَا عَلَيَّ حَرَامٌ فَأَذِنُوا لَهُ  
فِيهَا ☆

ایک دن حضرت عمر رضی اللہ عنہ گھر سے نکلے اور آ کر ممبر پر تشریف فرما ہوئے۔ ان دنوں انہیں کوئی تکلیف تھی جس کے لیے شہد تجویز ہوا جبکہ بیت المال میں شہد کا کفتر موجود تھا۔

آپ نے فرمایا! اگر آپ لوگ اجازت عین تو میں لے لوں گا ورنہ یہ میرے اوپر حرام ہے۔ چنانچہ لوگوں نے اجازت دیدی۔



## عوامی حقوق اور ریاستی پالیسی:

ربیع بن زیاد الحارثی ایک مرتبہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو ملنے آئے لیکن ان کی حالت دیکھ کر متعجب ہوئے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میری یہ حالت سخت غذا کھانے کی وجہ سے ہے۔ ربیع نے کہا۔ اے امیر المؤمنین! نرم غذا نرم سواری اور نرم لباس کا آپ کو دوسروں سے زیادہ حق پہنچتا ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس ایک ٹہنی تھی اٹھا کر ان کے سر پر ماردی اور فرمایا۔ اللہ کی قسم میں نہیں سمجھتا کہ اس مشورے سے تمہارا مقصد اللہ کی خوشنودی حاصل کرنا ہے بلکہ اس طرح تم میری قربت حاصل کرنا چاہتے ہو۔ افسوس میں تو تمہارے متعلق اچھی رائے رکھتا تھا۔

کیا تم جانتے ہو کہ میری اور ان عوام کی مثال کیا ہے؟ اس نے پوچھا تو آپ کی اور ان کی مثال کیا ہے؟

آپ نے فرمایا: مثال ان لوگوں کی سی ہے۔ جنہوں نے سفر کا ارادہ کیا تو اپنا خرچ جمع کر کے ایک شخص کے حوالے کر دیا اور کہا کہ تم ہی ہمارے اوپر خرچ کیا کرو۔ تو کیا اس شخص کے لئے جائز ہے کہ انہیں چھوڑ کر اپنی ذات کو کسی چیز میں ترجیح دے۔ ربیع نے کہا نہیں اے امیر المؤمنین۔ آپ نے فرمایا یہی میری اور ان کی مثال ہے۔

پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا:-

إِنِّي لَمْ أَسْتَعْمِلْ عَلَيْكُمْ عُمًا لِي لِيَضْرِبُوا أَبْشَارَكُمْ وَلِيَسْتَمُوا  
أَعْرَاضَكُمْ، وَيَأْخُذُوا أَمْوَالَكُمْ وَلِكِنِّي اسْتَعْمَلْتُهُمْ لِيُعَلِّمُواكُمْ كِتَابَ  
رَبِّكُمْ وَسُنَّةَ نَبِيِّكُمْ فَمَنْ ظَلَمَهُ عَامِلُهُ بِمَظْلَمَةٍ فَلَا إِذْنَ لَهُ عَلَى  
لِيْرِفَعَهَا إِلَيَّ حَتَّى أَقْضَهُ مِنْهُ. ۵

میں نے اپنے حکام کو تمہارے اوپر اس لئے مقرر نہیں کیا کہ وہ تمہیں چروں پر

باریں تمہیں گالی دیکر بے عزتی کریں اور تمہارے اموال پر قبضہ کریں۔ میں نے تو صرف اس مقصد کے لئے انہیں حاکم بنایا ہے کہ وہ تمہیں تمہارے رب کی کتاب اور نبی کی سنت سکھائیں۔ اگر کسی شخص پر اس کا حاکم زیادتی کرے تو اپنی شکایت مجھ تک پہنچانے کے لئے اسے کسی سے اجازت لینے کی ضرورت نہیں یہاں تک کہ میں اس کو بدلہ دلا دوں۔

یہ سن کر حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ امیر المؤمنین اگر کوئی امیر اپنی رعایا میں سے کسی کو تادیباً سزا دیدے تو پھر بھی آپ اس امیر سے بدلہ لیں گے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

وَمَا لِي لَا أَقْضُهُ مِنْهُ وَقَدْ رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقْضُ مِنْ نَفْسِهِ؟

میں کیوں نہ اس سے بدلہ دلا دوں حالانکہ میں نے خود دیکھا کہ رسول اللہ ﷺ ایک شخص کو اپنی ذات سے بدلہ دلوارہے ہیں۔

پھر فوجوں کے امراء کو لکھا کہ!

مسلمانوں کو مار کر انہیں ذلیل نہ کرو۔ انہیں محروم رکھ کر انہیں ناشکری پر مجبور نہ کرو اور کسی کو ناجائز یا بلا ضرورت کسی مشکل کام کے لئے جمع ہونے کا حکم دیکر انہیں آزمائش میں مت ڈالو اور انہیں پانی کی قلت والے یا دلدلی علاقوں میں نہ اتارو ورنہ انہیں ضائع و برباد کر دو گے۔ ☆

## دعاء شہادت

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کو سفید کپڑے پہنے دیکھا تو فرمایا: أَجَدِيدُ قَمِيصُكَ أَمْ غَسِيلُ؟ تمہاری قمیص نئی ہے یا دھلی ہوئی؟ انہوں نے عرض کیا بلکہ نئی ہے۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

الْبَسْ جَدِيدًا وَعِشْ حَمِيدًا وَمُتْ شَهِيدًا ☆  
اللہ کرے تم جدید لباس پہنتے رہو اچھی زندگی بسر کرو اور شہید کی موت مرو۔

☆: مسند أحمد ج 2 ص 88/89

المعجم الكبير للطبرانی ج 12 ص 284  
کنز العمال ج 15 ص 300 حدیث 41103  
ابن ماجہ کتاب اللباس باب ما یقول الرجل اذا لبس ثوباً جدیداً (حدیث 3558)  
مصنف عبد الرزاق ج 11 ص 223 حدیث 20382  
التاریخ الكبير (للبخاری) ج 3 ص 356  
عمل اليوم واللیلہ (للسنائی) حدیث 311  
مواردا الظمان إلی زوائد ابن حبان ج 2 ص 972 حدیث 2183  
صحیح ابن حبان ج 15 ص 320 حدیث 6897  
عمل اليوم واللیلہ (ابوبکر بن السنی) حدیث 268 ص 85  
کتاب الدعاء (للطبرانی) (باب ما یقول من رای علی اخیه المسلم ثوباً جدیداً) حدیث نمبر 399 ص 143  
الکنی والاسماء ج 1 ص 212 حدیث 733

## آخری تمنا

حضرت سعید بن المسیب رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ جب منیٰ سے واپس ہوئے تو مقام ”ابطح“ میں اترے پھر منیٰ کا ایک ڈھیر بنایا۔ اس پر اپنی چادر ڈال دی اور لیٹ گئے۔ اس کے بعد دونوں ہاتھ آسمان کی طرف اٹھا کر فرمایا۔

اللہ میری عمر زیادہ ہو چکی۔ قوت کمزور ہو چکی اور میت پھیل چکی ہے۔ مجھے اپنی طرف بلا لیجئے کہیں ایسا نہ ہو کہ کسی کا حق ضائع ہو جائے یا زیادتی ہو جائے۔ پھر فرمایا۔

اَللّٰهُمَّ ارْزُقْنِيْ شَهِادَةً فِیْ سَبِيْلِكَ وَاَجْعَلْ مَوْتِيْ فِیْ بَلَدِ رَسُوْلِكَ ☆

اللہ مجھے اپنے راستے میں شہادت سے سرفراز فرما اور یہ کہ میری موت تیرے رسول کے شہر میں واقع ہو۔ ام المؤمنین حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا نے کہا۔ یہ کیسے ہوگا؟ (کہ مدینہ میں شہادت ملے) آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ جہاں چاہیں اپنا حکم بھیج سکتے ہیں۔

☆: اخبار عمر ص 402

مناقب امیر المؤمنین عمر بن الخطاب ص 212

طبقات ابن سعد ج 3 ص 331

کتاب الرقة ص 88

## حضرت علی رضی اللہ عنہ کی رائے

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ جب شہید ہوئے اور تجہیز و تکفین ہوئی تو لوگ چارپائی کے ارد گرد جمع ہو گئے۔ کسی نے میرے کندھے پر ہاتھ رکھا۔ میں نے مڑ کر دیکھا تو حضرت علی رضی اللہ عنہ تھے آپ نے فرمایا۔

مَا خَلَفْتُ أَحَدًا أَحَبَّ إِلَيَّ أَنْ الْقَىَ اللَّهُ بِمَثَلِ عَمَلِهِ مِنْكَ وَأَيُّمُ اللَّهِ إِنْ كُنْتُ لَا ظَنُّنْ أَنْ يَجْعَلَكَ اللَّهُ مَعَ صَاحِبَيْكَ ☆ ۱

آپ نے اپنے بعد کوئی انسان ایسا نہیں چھوڑا کہ اس جیسے عمل کے ساتھ اپنے اللہ سے ملاقات کرنا مجھے زیادہ محبوب ہو سوائے آپ کے۔ اللہ کی قسم مجھے یقین تھا کہ اللہ تعالیٰ آپ کو آپ کے دونوں ساتھیوں کے ساتھ رکھیں گے۔

لِلَّهِ بَلَاءُ فَلَانٍ فَقَدْ قَوْمَ الْأَوْدِ وَذَاوَى الْعَمَدِ خَلَفَ الْفِتْنَةَ وَأَقَامَ السُّنَّةَ ذَهَبَ نَقِيُّ الشُّوبِ قَلِيلُ الْعَيْبِ . أَصَابَ خَيْرَهَا وَسَبَقَ شَرَّهَا . أَدَّى إِلَى اللَّهِ طَاعَتَهُ وَاتَّقَاهُ بِحَقِّهِ . رَحَلَ وَتَرَكَهُمْ فِي طُرُقٍ مُتَشَعِّبَةٍ لَا يَهْتَدِي فِيهَا الضَّالُّ وَلَا يَسْتَقِيمُ الْمُهْتَدِي (نهج البلاغة جزء 2 ص 222)

اللہ تعالیٰ عمر پر رحم فرمائے۔ انہوں نے معاشرے کے میڑھے پن کو سیدھا کیا۔ بیماری کا

﴿1﴾: صحیح البخاری۔ کتاب 62 اصحاب النبی باب 6 مناقب عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ

صحیح مسلم کتاب 44 فضائل الصحابة باب 2 من فضائل عمر رضی اللہ عنہ

حدیث 2389

مسند احمد ج 1 ص 109

علاج کیا۔ فتنے کو پیچھے چھوڑا۔ سنت کو قائم کیا۔ اور بے داغ زندگی گزار کر چل بسے۔ آپ کی کمزوریاں بہت کم تھیں دنیا میں بھلائی حاصل کی۔ اور برائی کو پیچھے چھوڑ کر آگے نکل گئے۔ اللہ تعالیٰ کے احکام کی اطاعت کی اور اس سے ڈرنے کا حق ادا کیا۔ خود چل بسے اور لوگوں کو حیران و پریشان چھوڑ دیا۔ اب حالت یہ ہے کہ بھٹکے ہوئے لوگوں کو سیدھی راہ بھائی نہیں دی۔ اور ہدایت یافتہ لوگ یقین سے محروم ہیں۔

إِنَّكَ الْبَدِيُّ بِكَ دِينُ اللَّهِ مُتَّصِرٌ  
وَالْأَدْوَعُ الشَّدْبُ وَالصَّنْصَانَةُ الْبَدَاخِرُ  
بِاللَّهِ مُغْنِيهِمْ بِاللَّهِ مُتَّصِرٌ  
فَفِي فَضَائِلِهِ قَدْ خَازَتْ الْفِكَرُ ۲۵۰

ترجمہ:- اے عمر۔ اللہ آپ پر رحم فرمائے اور آپ کی کامیابیوں کو قبول فرمائے۔ آپ ہی ہیں جن کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کے دین کو فتح و نصرت ملی۔ آپ ہی کی بدولت فوجِ مبین کا ظہور ہوا۔ آپ بہادر لیکن سادہ اور نجیب شخصیت کے مالک اور تیز دھار وافی تلوار تھے۔ اللہ کی مدد کی وجہ سے آپ مضبوط تھے اور اللہ کی وجہ سے مختصر تھے اللہ تعالیٰ کی مدد کی وجہ سے آپ محفوظ اور انہی کی مدد کی وجہ سے مقتدر تھے۔ سمندر کے اوصاف کے بارے میں جتنا بھی آپ بیان کریں اس میں کوئی ملامت یا حرج نہیں ہیں۔ (حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی شخصیت بھی سمندر کی طرح وسیع اور عمیق ہے) ان کے مناقب و فضائل کے بیان میں لوگوں کی عقلیں دنگ رہ جاتی ہیں۔

بسم الله الرحمن الرحيم

نحمدہ ونصلیٰ ونسلم علیٰ رسولہ الکریم : آما بعد

چند ماہ قبل کی بات ہے کہ محترم و مکرم عبد اللہ صاحب (چیرمین پبلک سروس کمیشن و سابق چیف سیکرٹری صوبہ سرحد) نے خلیفہ دوم حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے دور میں قسط سالی کے دوران حد سرقہ معطل کئے جانے کے بارے میں استفسار فرمایا میں نے تحقیق حال کے لئے مطالعہ شروع کیا۔ چونکہ تعطیل مذکور کا تعلق عام السرمادہ سے جوڑا جاتا ہے۔ اس لئے عام الرمادہ کی تفصیل پڑھنے کا موقع ملا۔ ان تفصیل میں استغراق کا نتیجہ یہ نکلا کہ اصل مقصد ثانوی حیثیت اختیار کر گیا۔

اب اسے حسن اتفاق کیسے یا سوء اتفاق کہتوڑا عرصہ پہلے وطن عزیز کا ایک بہت بڑا حصہ بھی خشک سالی کی لپیٹ میں آیا تھا۔ پھلدار درخت سوکھ گئے۔ کھیت اجڑ گئے۔ مویشی مرنے لگے اور انسان ہجرت کرنے لگے۔ اگر اللہ تعالیٰ کی مدد نہ آتی اور بارشوں کا سلسلہ شروع نہ ہوتا تو سندھ اور بلوچستان میں قحط کی صورت حال پیدا ہو جاتی۔ میں اس زمانے میں صوبائی حکومت کا حصہ تھا۔ اس لئے حکومتی اقدامات کے بارے میں بہت کچھ سننے اور دیکھنے کو ملا۔ اگرچہ دونوں بحرانوں اور ان کے دوران قوم کے کردار کا ایک دوسرے کے ساتھ موازنہ ممکن نہیں۔ تاہم میرے دل میں یہ خواہش پیدا ہوئی کہ اس موضوع پر ایک مختصر مضمون تحریر کیا جائے۔ جس کی مدد سے ہم اپنے اسلاف کی مشکلات کا اندازہ کر سکیں اور اگر خدا خواستہ مستقبل میں کسی مشکل صورت حال سے واسطہ پڑے تو اس کا سامنا کرنے اور قیادت کے کردار کے خدو خال متعین کرنے میں سہولت رہے۔

میرا مقصد ہرگز کسی پر تنقید کرنا نہیں بلکہ تاریخ سے آگاہی کے ذریعے عبرت حاصل کرنا اصل مقصد ہے۔

سنہ 18 ہجری اسلامی تاریخ میں ”عامُ الرِّمَاقَةِ“ کے نام سے مشہور ہے۔ جب کہ قوم کی قیادت و سیادت کے لئے عربی میں دوسرے الفاظ کے علاوہ ”رِیَادَةُ“ کا لفظ بھی مستعمل ہے۔ اس لئے میں نے اس مضمون کا نام تجویز کیا ہے۔

### ”مَعَالِمُ الرِّیَادَةِ فِی مَآلِمِ الرِّمَاقَةِ“

یہ مضمون اگر چہ ابتدائی توقعات سے زیادہ طوالت اختیار کر گیا ہے لیکن موضوع اتنا جاذب ہے کہ مجھے لکھتے وقت طوالت کا احساس نہیں رہا اور انشاء اللہ قارئین بھی مطالعہ کرتے وقت طوالت کا احساس نہیں فرمائیں گے۔

میری یہ کوشش رہی ہے کہ تمام دستیاب مآخذ و مراجع سے استفادہ کیا جائے تاکہ کوئی پہلو تشنہ نہ رہے۔ حافظ ابن کثیر رحمۃ اللہ نے رِمَادَةُ کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ اس کی تقاضیل ہم نے ”سیرت عمر“ میں نقل کر دی ہیں۔ لیکن افسوس کہ مذکورہ کتاب مجھے مل نہیں سکی۔ اسی طرح البدایہ والنہایہ میں بھی کسی اور مقام پر یہ تفصیلات نظر سے نہیں گزریں۔

رِمَادَةُ کی جزئیات ذکر کرتے ہوئے حوالہ جات مکرر نظر آتے ہیں۔ اس کے پیچھے جو مقصد کارفرما ہے وہ یہ ہے کہ قارئین اگر چاہیں تو اصل مراجع میں بسہولت انہیں تلاش کر سکیں۔ میری کوشش یہ بھی رہی ہے کہ پورے واقعے کو مختلف عنوانات کے تحت تقسیم کر دیا جائے۔ تاکہ دورانِ مطالعہ قارئین کی دلچسپی برقرار رہے۔

ادب کے بے شمار شعبے اور کئی اقسام ہیں۔ جن میں سے ایک قسم ”انتظامی ادب (Administrative Literature)“ ہے۔ انتظامی ادب پر اردو میں بہت کم لکھا گیا ہے اس لئے بہت کچھ لکھنے کی گنجائش اور ضرورت موجود ہے۔

جہاں انتظامی ادب کی بات آتی ہے تو بہترین منتظمین کا ذکر بھی کیا جاتا ہے۔



اگر آپ صرف اسلامی تاریخ لیں تو عبدالملک بن مروان، حجاج بن یوسف اشعری اور ہارون الرشید وغیرہم کو بہترین منتظمین شمار کیا جاتا ہے۔ عموماً ایسی ہستیوں کی زندگی کا صرف روش پہلو سامنے لایا جاتا ہے اور تاریک پہلوؤں کو نظر انداز کیا جاتا ہے مثلاً یہ کہ ان حضرات نے اقتدار کیسے حاصل کیا۔ اپنے اقتدار کو استحکام بخشنے کے لئے انہوں نے کیا کچھ کیا۔ اپنے دشمنوں بلکہ بھائیوں اور عزیزوں تک سے کیا سلوک کیا۔ ان کا اخلاقی اور علمی معیار کیا تھا اور للہیت کس درجے کی تھی۔

اگر سیرت فاروقیہ کو معیار تسلیم کیا جائے تو یہ بھی تسلیم کرنا پڑے گا کہ دنیا کے بیشتر مشہور و معروف منتظمین بونے اور اتنے پست قدر نظر آتے ہیں کہ معیار کا پانی ان کے قد سے کئی گنا اونچا چلا جاتا ہے۔ جبکہ یہی پانی جناب عمر رضی اللہ عنہ کے ٹخنوں تک پہنچ پاتا ہے اور یہ تسلیم کئے بغیر چارہ نہیں رہتا کہ جناب عمر رضی اللہ عنہ صرف جسمانی طور پر ہی دراز قد نہیں تھے بلکہ اپنی انتظامی صلاحیتوں کے لحاظ سے بھی انتہائی بلند و بالا شخصیت کے مالک تھے۔

ان کا حسب نسب دنیا کو معلوم ہے۔ خاندانی شرافت اور سفارت کا اعتراف سب عرب کیا کرتے تھے۔ جرات، شجاعت اور بے باکی بے مثال تھی۔ علیت اس درجے کی تھی کہ تائید میں بار بار وحی اتری۔ خلفائے راشدین میں سب سے زیادہ فتوحات اور سب سے زیادہ اصلاحات انہی کے حصے میں آئیں۔ اقتدار نے ان کی قدم بوسی کی۔ اپنے اقتدار کے استحکام کے لئے کبھی تگ و دو میں ملوث نہیں ہوئے۔

ہائیں لاکھ مربع میل ریاست کے بلا شرکت غیرے حکمران تھے لیکن غرور و تکبر کا نام و نشان نہ تھا۔ سر کے نیچے پتھر رکھ زمین پر سوتا شاید ان کے بعد کسی حکمران کو نصیب نہیں ہو سکا۔ غلام کی موجودگی میں بوریاں اپنی پیٹھ پر لا دنا انہی کا حصہ ہے۔ فاتح کی حیثیت سے بیت المقدس میں داخل ہوئے تو خود پیدل اور قلام اونٹ پر سوار۔ یہ منظر شاید دنیا بھر

نہ دیکھ سکے۔

عدل و انصاف اتالا جواب کہ نہ اپنے بیٹے کو معاف کیا نہ گورنر و فاتح مصر کے بیٹے کو۔ احتساب کا یہ عالم کہ برسرِ منبر عام لوگ احتساب کر سکتے ہیں۔ تواضع کا یہ عالم کہ راہ چلتے ہوئے ایک بوڑھی خاتون نے روکا تو گھٹنوں کھڑے رہے۔ ایک خاتون نے دلیل کی قوت سے بات کی تو ریاست کی قوت بے بس ہو گئی۔ ان کی اصلاحات اور اولیات پر کوئی لکھنے بیٹھے تو مواد کی کمی نہیں۔ دنیا کو انتظام و انصرام کے معانی و معارف سے عملاً روشناس کرانے کے لئے پوری انسانیت ان کے احسان کی مرہون رہے گی۔ جب تک یہ دھرتی آباد رہے گی تو انسان اپنے اعمال کے ذریعے اس میں بھلائی اور برائی کے بیج بوتے رہیں گے، حکومتیں بنتی اور ٹوٹتی رہیں گی، بحران اور قدرتی آفات آتے رہیں گے۔ لیکن دنیا کسی اور ”عمر“ کی مثال پیش نہیں کر سکتی گی۔

امیر المؤمنین حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی قانون دانی اس حد تک مسلم تھی کہ ضرب

الثل بن غمی ”قَضِيَّةٌ وَلَا أَبَا حَسَنِ لَهَا“

آپ مجھے یقیناً حق بجانب تصور کریں گے اگر میں یہ کہوں کہ ”زَمَادَةُ وَلَا أَبَا حَفْصٍ لَهَا“ خشک سالی تو ہے لیکن کوئی ابو حفص (عمر فاروق رضی اللہ عنہ) نہیں ہے۔ کہنے والے نے بالکل سچ کہا ہے کہ

”النِّسَاءُ عَجِزْنَ أَنْ يُلِدْنَ أَمْثَالَ عُمَرَ“

عورتیں عمر (رضی اللہ عنہ) کی مثال پیدا کرنے سے عاجز ہیں۔

آئندہ صفحات میں آپ جو کچھ ملاحظہ فرمائیں گے وہ درحقیقت ہمارے اسلاف مؤرخین کی کاوشوں اور محنتوں کا نتیجہ ہے جسے موجودہ صورت میں پیش کرنے کی توفیق اللہ تعالیٰ نے اپنے اس عاجز بندے کو عطا فرمائی ہے۔

اس میں جو کچھ حق کے موافق ہے وہ اللہ تعالیٰ کی مدد اور توفیق سے ہے اور جو کچھ

حق کے خلاف ہے اس کی ذمہ داری مجھ ناچیز پر ہے۔ میں اہل علم حضرات سے متمسک ہوں۔ کہ ایسی غلطیوں اور خامیوں سے مجھے مطلع کریں۔ تاکہ ان کی اصلاح کی جائے۔ جناب عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کرتے تھے۔

رَحِمَ اللّٰهُ امْرَءًا اَهْدٰى اِلَيَّ غُيُوْبِيْ

یعنی اللہ تعالیٰ اس شخص پر رحم فرمائے جو مجھے میرے عیوب بتا دے میں بھی تعمیری و اصلاحی تنقید کرنے والوں کے لئے انشاء اللہ دعا گو رہوں گا۔ اس موقع پر میں ان تمام دوستوں اور بھی خواہوں کا شکریہ ادا کرنا ضروری سمجھتا ہوں جنہوں نے میرے ساتھ تعاون کیا۔ خصوصاً اپنی اہلیہ اور بچوں کا کہ جن کے لئے مختص وقت اس تالیف میں صرف ہوا۔ اور میں ان کی طرف کما حقہ توجہ نہیں دے سکا۔

میں بارگاہ الہی میں دست بدعا ہوں کہ اللہ تعالیٰ امت مسلمہ کو مصائب و آلام سے محفوظ رکھے۔ اور امت کی مشکلات رفع کرنے میں ہماری قوم اور قیادت کو حکمت عطا کرے۔ (آمین)

روح اللہ محمد عمر المدنی پشاور

۱۴۲۴/۱۲/۱۵ھ

عَامُ الرَّمَادَةِ کے متعلق کچھ لکھنے سے قبل بہتر ہوگا کہ چند عنوانات متعین کر دیے جائیں تاکہ بحث محدود اور بامقصد رہے چنانچہ آئندہ صفحات میں ہم درج ذیل عنوانات پر گفتگو کریں گے۔

- (1) الرَّمَادَةُ کا مفہوم
- (2) عام الرَّمَادَةُ کا تعین
- (3) عام الرَّمَادَةُ سے پہلے اہم واقعات
- (4) الرَّمَادَةُ کی وسعت اور تفصیلات
- (5) فاروقی کردار

### الرَّمَادَةُ کا مفہوم:

تو آئیے دیکھتے ہیں کہ رَمَادَةُ کا مفہوم عربی لغت کی رو سے کیا ہے اور عہد فاروقی میں پیش آنے والی خشک سالی کو رَمَادَةُ کیوں کہتے ہیں۔

رَمَادَةُ: کا بنیادی مادہ تین حروف یعنی ر۔م۔ا اور د۔پ۔ر مشتمل ہے۔  
اور رَمَاد: براکھ کو کہتے ہیں یعنی وہ مادہ جو کسی چیز کے مکمل طور پر جل کر ہلاک اور تباہ ہونے کے بعد باقی رہ جائے۔ سردی سے ہلاک ہونے کے لئے ”رَمَادَةُ“ بولا جاتا ہے اور رَمَادَةُ کا مطلب ہے ہلاکت اَرَمَدَ الْقَوْمُ قوم کا محتاج ہو جانا۔ قحط و خشک سالی میں پڑنا قوم کے موشیوں کا ہلاک ہو جانا۔

عربی ضرب النثل (فَلَانٌ يَنْفُخُ فِي رَمَادٍ) فلاں شخص راکھ میں پھونک مار رہا ہے۔

یہ اس شخص کے بارے میں بولتے ہیں جو بے فائدہ کام کرے۔ ☆۱

امیر المؤمنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت کے دوران آنیوالی

خشک سالی کو بھی رَمَادَة کہتے ہیں۔ اس کا سبب یہ ہوا کہ جزیرہ نمائے عرب میں پورے نو مہینے تک مینہ کے نام سے ایک بوند نہ پڑی۔ ادھر آتش فشاں پہاڑ پھٹنے لگے جس سے زمین کی سطح اور اسکی ساری روئیدگی جل گئی۔ اور وہ سیاہ مٹی کا ڈھیر ہو کے رہ گئی۔ جب ہوا چلتی ساری فضا گرد آلود ہو جاتی۔ اس لیے لوگوں میں اس برس کا نام ہی عام الرَمَادَة ۔ راکھ والا برس پڑ گیا۔ بارش کے نہ ہونے آندھیوں کے چلنے اور کھیتوں کے جل جانے سے قحط کی صورت پیدا ہو گئی جس نے انسان اور جانوروں کو ہلاک کرنا شروع کر دیا۔ چنانچہ بھیڑ بکریوں کے ریوڑ فنا ہو گئے اور جو بچ رہے انہیں سوکھا لگ گیا۔ ۱۶۷

### عام الرمادة کا تعین

مؤرخین کے درمیان اس بات میں تھوڑا سا اختلاف ہے کہ عام الرمادہ کونسا سال ہے۔ سن سترہ ہجری یا اٹھارہ ہجری۔

چنانچہ بعض مؤرخین نے لکھا ہے کہ سنہ ۱۷ کے دوران میں مدینہ میں قحط پڑا۔ مؤرخ اسلام امام ذہبی رحمہ اللہ (متوفی ۷۴۸ھ) فرماتے ہیں۔

”سنة سبع عشرة هي عام الرمادة قحط الناس بالحجاز واستسقى  
عمر بالعباس ثم خرج فيها إلى سرغ ورُدَّ منها للطاعون الذي  
بالشام ۱۶۷

یعنی سترہواں سال یہ ”عام الرمادہ“ ہے اس کے دوران حجاز میں لوگ قحط کا شکار ہوئے اور عمر رضی اللہ عنہ نے عباس رضی اللہ عنہ کے توسل سے بارش کی دعا کی۔ اس کے بعد وہ مقام ”سرغ“ کی طرف نکلے لیکن وہاں سے اس طاعون کی وجہ سے واپس ہوئے جو شام میں پھیلا تھا۔

۱۶۷: (عمر فاروق اعظم ص 337)

۱۶۷: العبر فی خبر من غبر ج ۱. ص 17

امام سیوطی رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔

”وفی سنة سبع عشرة زاد عمر فی المسجد النبوی وفيها

كان القحط بالحجاز وسمى عام الرمادة ☆ ۱

یعنی سترہویں سال کے دوران عمر رضی اللہ عنہ نے مسجد نبوی میں اضافہ فرمایا اور اسی سال کے دوران حجاز میں قحط پڑا چنانچہ یہ سال عام الرمادہ کہلایا۔

ان کے بعد ابن العما د ضلی رحمہ اللہ (متوفی 1089ھ) نے بھی سنہ 17ھ کے واقعات کے ذیل میں لکھا ہے کہ اس سال عمر رضی اللہ عنہ نے عباس رضی اللہ عنہ کے توسل سے بارش کی دعا کی جو قبول ہوئی۔ ☆ ۲

ابو جعفر محمد بن حبیب البغدادی نے بھی سنہ 17ھ کو عام الرمادہ قرار دیا ہے۔ ☆ ۳

تاہم جمہور مؤرخین کی رائے یہ ہے کہ یہ قحط سنہ 18ھ میں پڑا۔ اسی لیے انہوں نے سنہ 18ھ کے واقعات کے ذیل میں اسے نقل کیا ہے۔ ان مؤرخین میں درج ذیل حضرات شامل ہیں۔

(۱) محمد ابن سعد (متوفی 230ھ) ☆ ۴

(۲) خلیفہ ابن خیاط العسفری (متوفی سنہ 240) ☆ ۵

3: امام ابو جعفر محمد بن جریر الطبری متوفی سنہ 310ھ ☆ ۶

☆ ۱: تاریخ الخلفاء ص 132

☆ ۲: شذرات الذهب فی اخبار من ذهب ج 1. ص 29

☆ ۳: کتاب المحبر ص 14

☆ ۴: طبقات ابن سعد ج 3 ص 310

☆ ۵: تاریخ خلیفہ بن خیاط ص 138

☆ ۶: تاریخ الامم والملوک ج 4. ص 98

- 4:۔ امام ابو الفرج عبد الرحمن ابن الجوزی (متوفی 597ھ) ☆  
 5:۔ امام عز الدین ابوالحسن علی بن ابی الکرم محمد الشیبانی المعروف بابن الاثیر (متوفی

230ھ ☆

- 6:۔ شہاب الدین احمد بن عبد الوہاب النویری (المتوفی 733ھ) ☆

- 7:۔ عبد الرحمن بن خلدون (متوفی 808ھ) ☆

اسی طرح متاخرین میں سے بھی کئی مؤرخین نے اس رائے کو ترجیح دی ہے۔ چنانچہ علامہ شبلی نعمانی نے الفاروق (ص 233) 'زین الدین عمر بن الوردی نے تہمتہ المختصر فی اخبار البشر (ج 1- ص 225) 'علی الطنطاوی نے اخبار عمر (ص 108) اور ہمارے شیخ حضرت الاستاذ محمد السید الوکیل نے "جولہ تاریخیہ فی عصر الخلفاء الراشدین" (ص 365) اور رزق اللہ منقر یوس الصر فی "تاریخ دول الاسلام" (ج 1- ص 32) میں الرمادہ کو 18ھ کے واقعات میں شمار کیا ہے۔

تیسرا اور منفرد قول بلاذری کا ہے جس کے مطابق یہ واقعہ 21ھ میں پیش آیا۔ چنانچہ وہ فرماتے ہیں۔

وَكَتَبَ عَمْرُو بْنُ الْخَطَّابِ فِي سَنَةِ إِحْدَى وَعِشْرِينَ إِلَى عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ يُعْلِمُهُ مَا فِيهِ أَهْلُ الْمَدِينَةِ مِنَ الْجَهْدِ وَيَأْمُرُهُ أَنْ يُحْمِلَ مَا يَقْبِضُ مِنَ الطَّعَامِ فِي الْخَرَاجِ إِلَى الْمَدِينَةِ فِي الْبَحْرِ.... الخ ۵ھ ☆

☆ 1: المنتظم فی تاریخ الامم والملوک ج 4. ص 250

☆ ۲: الکامل فی التاریخ ج 2. ص 555

☆ ۳: نہایۃ الأرب فی فنون الادب ج 19. ص 284، 351

☆ ۴: تاریخ ابن خلدون ج 2. ص 553

☆ ۵: فتوح البلدان ص 218

یعنی سنہ 21ھ میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کو خط لکھا جس میں انہیں اس تکلیف سے آگاہ کیا جس سے اہل مدینہ گزر رہے تھے اور انہیں حکم دیا کہ خراج کے طور پر وصول شدہ جتنا غذائی سامان تمہارے پاس موجود ہے وہ سمندری راستے سے مدینہ منورہ روانہ کر دو۔

### تجزیہ :

عام الرمادہ کے دوران حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے امراء و حکام نے مختلف مقامات سے امدادی سامان مدینہ منورہ بھیجا۔ اس ضمن میں اکثر مؤرخین نے لکھا ہے کہ حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے مصر سے امدادی سامان بھیجا۔ ایسی ایک روایت امام بن کثیر رحمہ اللہ نے بھی نقل فرمائی ہے لیکن ساتھ ہی اس پر یہ اشکال ظاہر کیا ہے کہ

وَلَكِنْ ذَكَرَ عُمَرُو بْنُ الْعَاصِ فِي عَامِ الرَّمَادَةِ مُشْكِلٌ فَإِنَّ مِصْرَ لَمْ تَكُنْ فُتِحَتْ فِي سَنَةِ ثَمَانِي عَشْرَةَ . فَلِمَا أَنْ يَكُونَ عَامُ الرَّمَادَةِ بَعْدَ سَنَةِ ثَمَانِي عَشْرَةَ أَوْ يَكُونَ ذَكَرَ عُمَرُو بْنُ الْعَاصِ فِي عَامِ الرَّمَادَةِ وَهَمْ "☆۱

یعنی عام الرمادہ کے ضمن میں عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کے ذکر میں اشکال ہے کیونکہ مصر 18ھ میں فتح نہیں ہوا تھا۔ اب یا تو عام الرمادہ 18ھ کے بعد واقع ہوا اور یا عام الرمادہ کے ضمن میں عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کا ذکر (بحیثیت والی مصر) محض وہم ہے۔



ہمارے شیخ و استاد ڈاکٹر محمد السید الوکیل فرماتے ہیں کہ عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ فتح بیت المقدس کے بعد ہی مصر کی طرف متوجہ ہوئے تھے اور جمہور مؤرخین کے مطابق بیت المقدس سنہ 16ھ میں فتح ہوا تھا۔۔۔ اس کی تائید عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کے نام عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے ایک خط سے بھی ہوتی ہے جس میں وہ لکھتے ہیں۔

فَقَدْ عَجِبْتُ لِإِبْطَائِكُمْ عَنْ فَتْحِ مِصْرٍ إِنَّكُمْ تَقَاتِلُونَ مِنْذُ سَنَتَيْنِ  
یعنی فتح مصر میں تمہاری سست روی پر مجھے تعجب ہے۔ دو سال ہوئے تم لڑ رہے ہو۔

بیت المقدس ربیع الآخر سنہ 16ھ میں فتح ہوا تھا۔ اس لئے مصر سنہ 18ھ کے آخر میں فتح ہو جانا چاہئے۔ اھ ۱☆

شہاب الدین احمد النوری نے فتح مصر کے بارے میں اقوال نقل کرنے کے بعد سنہ 18ھ کو ترجیح دی ہے۔ فرماتے ہیں :-

وَقَدْ اخْتَلَفَ فِي السَّنَةِ الَّتِي فُتِحَتْ مِصْرُ فِيهَا فَقِيلَ فِي سَنَةِ عِشْرِينَ  
وَقِيلَ سَنَةِ سِتِّ عَشْرَةَ وَالصَّحِيحُ أَنَّهَا فُتِحَتْ قَبْلَ عَامِ الرَّمَادَةِ وَكَانَ  
عَامُ الرَّمَادَةِ فِي سَنَةِ ثَمَانِي عَشْرَةَ فَإِنَّ عَمْرَو بْنَ الْعَاصِ حَمَلَ مِنْهَا  
الطَّعَامَ إِلَى الْمَدِينَةِ فِي بَحْرِ الْقُلُومِ ۝ ۲ ☆

یعنی اس بات میں اختلاف ہے کہ مصر کس سال فتح ہوا۔ کہا گیا ہے کہ سن 20 ہجری میں اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ سن 16 ہجری میں جبکہ صحیح یہ ہے کہ مصر عام الرمادہ سے قبل ہی فتح ہو چکا تھا اور عام الرمادہ سنہ 18ھ میں تھا کیونکہ رمادہ کے دوران ہی حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے وہاں سے غذائی سامان بحر قلزم کے راستے مدینہ بھجوا دیا تھا۔

☆ ۱: جولة تاريخية في عصر الخلفاء الراشدين ص 270

☆ ۲: نهاية الارب في فنون الادب ج 19 ص 284

ابن سعد نے لکھا ہے کہ سن 18 ھ میں جب لوگ حج سے واپس ہوئے تو شدید تکلیف میں مبتلا ہوئے۔ علاقے میں خشک سالی ہوئی۔ مال مویشی ہلاک ہو گئے اور لوگ بھوک و ہلاکت کا شکار ہوئے۔ ☆۱

امام ابن کثیر رحمۃ اللہ فرماتے ہیں کہ یہ سلسلہ نو ماہ تک جاری رہا۔ ☆۲  
ان سب اقوال میں جمع یا تطبیق یوں کی جاسکتی ہے کہ کسی جگہ خشک سالی کے آثار چند دنوں میں ظاہر نہیں ہوا کرتے بلکہ اس میں کئی ماہ لگتے ہیں۔ بارشوں کا سلسلہ منقطع ہوتا ہے۔ فصلیں ضائع ہو جاتی ہیں۔ غلہ کے ذخائر کم ہونے لگتے ہیں۔ قریبی علاقوں میں بھی یہی صورت حال ہوتی ہے جس کے بعد پڑوس کے علاقوں سے امداد ملنے کے امکانات بھی ختم ہو جاتے ہیں۔ اس لئے عین ممکن ہے سنہ 17 ھ میں بارشیں معمول سے کم ہوئی ہوں۔ پھر بارشیں منقطع ہوئی ہوں اور ہوتے ہوتے سنہ 18 ھ کے آخر میں حالات نے انتہائی شدت اختیار کی ہو۔ اس کے بعد بارشوں کا سلسلہ دوبارہ شروع ہوا اور کئی ماہ بعد باغات اور کھیتوں کی بحالی اور نئی فصل تیار ہونے کے بعد حالات سدھرے ہوں۔ عموماً جب خشک سالی عمومی ہو اور حالات مذکورہ بالا صورت حال اختیار کرتے ہیں تو تقریباً دو تا تین سال لگ جاتے ہیں۔ غالباً یہی وجہ ہے کہ بعض مؤرخین نے خشک سالی کے ابتدائی ایام کا لحاظ کرتے ہوئے سنہ 17 ھ کی تاریخ لکھ دی ہے اور جن حضرات نے انتہائی شدید ایام کو نظر میں رکھا انہوں نے سنہ 18 ھ کو عام المرادہ قرار دیا۔

بہر حال اس بات پر سب متفق ہیں کہ ایسے شدید حالات پیش آئے تھے۔ ماہ اور سال کی تحدید مؤرخین کے لئے تو اہم ہو سکتی ہے لیکن ان لوگوں کے خیال میں اتنی اہم نہیں جن کی نظر اصل واقعات اور پھر ان سے نمٹنے کے لئے ہونے والے انتظامی اقدامات پر ہوتی ہے۔

☆۱: طبقات ابن سعد ج 3 . ص 310

☆۲: البدایہ والنہایہ ج 7 . ص 103

## عام الرمادہ سے پہلے عمومی صورت حال

اگرچہ ان واقعات اور فتوحات کا مذکورہ خشک سالی سے کوئی براہ راست تعلق نہیں بنتا لیکن یہاں ان کا مختصر اذکر محض اس وجہ سے کیا جا رہا ہے کہ عموماً جب خوشحالی اور فارغ البالی کے بعد خشک سالی آتی ہے اور تکلیفیں آتی ہیں تو ان کے اثرات زیادہ شدت کے ساتھ محسوس کیے جاتے ہیں۔ جب مسلمانوں کا مقابلہ اس وقت کی دو بڑی طاقتوں کے ساتھ تھا۔ صحرائے عرب کے مسلمان زرخیز خطوں کو فتح کر رہے تھے اور مال غنیمت اور خراج کی صورت میں بے تحاشا مال و دولت مسلمانوں کے قدموں میں آرہی تھی۔ پے در پے فتوحات کی نئی تاریخ رقم ہو رہی تھی۔ قبلہ اول فتح ہو چکا تھا اور مسلمان ایک نئی عالمی طاقت کی حیثیت سے ابھر رہے تھے۔ عین اسی موقع پر دو بڑی مصیبتیں مسلمانوں پر آن پڑیں۔ ایک رمادہ اور دوسری طاعون کی وباء۔ رمادہ کی تفصیلات تو آگے آرہی ہیں لیکن طاعون عموماً اس کی شدت کے بارے میں اتنا تابنا ہی کافی ہے کہ بقول طبری اس میں پچیس ہزار آدمی لقمہ اجل بنے۔ ☆ اجن میں حضرت ابو عبیدہ عامر بن الجراح اور حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہما جیسے جلیل القدر صحابہ کرام بھی شامل تھے۔ لیکن یہ بھی ایک عظیم تاریخی حقیقت ہے کہ مسلمانوں نے اس موقع پر جس عظیم الشان صبر و استقلال، ایثار و قربانی، نظم و ضبط اور انتظامی صلاحیتوں کا مظاہرہ کیا اس کی مثال نہیں ملتی۔ اس کی دلیل یہ ہے کہ عین اس وقت جبکہ حجاز و شام میں مسلمان قحط اور طاعون کا شکار ہو رہے تھے دیگر علاقوں میں ان کے بھائی دشمنوں کو پے در پے شکستیں دیتے ہوئے فاتحانہ انداز میں آگے بڑھ رہے تھے۔ عہد فاروقی میں عام الرمادہ سے قبل بہت ساری فتوحات ہوئیں۔ عراق میں

ابوسعید اشقی اور شعی بن حارثہ نے سلسلہ فتوحات کو جاری رکھا دوسری طرف دمشق، فحل، حمص، بعلبک، ابلہ، بصرہ، بقاع، اردن، یرموک، قادسیہ، اھواز، حلب، انطاکیہ بیت المقدس اور جلولا جیسے اہم مقامات اور وسیع علاقے فتح ہوئے۔

مختلف مواقع پر صلح اور مال غنیمت کے طور پر کروڑوں درہم اور دوسری اشیاء مسلمانوں کو ملیں۔ فتح حمص کے موقع پر ایک لاکھ ستر ہزار دینار اور اہل میسان نے گیارہ لاکھ درہم پر صلح کی۔ اھواز کے لوگوں نے اٹھائیس لاکھ نوے ہزار درہم پر پہلی بار صلح کی۔ اس کے بعد اسی اھواز کے لوگوں نے دوسری مرتبہ حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کے ساتھ ایک کروڑ چار لاکھ درہم پر صلح کی۔ فتح جلولا کے موقع پر مال غنیمت کے طور پر مسلمانوں کو ایک کروڑ اسی لاکھ درہم یا دوسری روایت کے مطابق تین کروڑ درہم ملے جبکہ مال مویشی، غلام اور اسلحہ اس کے علاوہ تھا۔ اتنی فراوانی کے بعد جب رمادہ اور طاعون جیسی مصیبتیں آئیں تو نفسیاتی طور پر ان کی شدت میں مزید اضافہ ہوا تاہم عملی طور پر مسلمان چونکہ مسلسل جہاد میں مصروف تھے۔ اس لیے وہ یہ صدمہ برداشت کرنے میں کامیاب رہے اور ان کی کامرانیوں کے تسلسل میں کوئی رکاوٹ پیدا نہیں ہوئی۔

## الرمادة:

رمادہ کی جو تفصیلات کتب تاریخ میں ملتی ہیں ہماری کوشش ہے کہ ان کا خلاصہ آپ کے سامنے پیش کر دیا جائے۔

یہاں یہ ذکر کرنا مناسب رہے گا کہ یہ قحط پورے حجاز پر پھیلا ہوا تھا۔ چنانچہ حافظ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ کان فی عام الرمادة جذب عم ارض الحجاز ☆ ۱  
یعنی عام الرمادہ کے دوران ایسی خشک سالی تھی جو کہ پورے ارض حجاز پر پھیلی ہوئی تھی۔ بقول محمد حسین ہیکل یہ وہ قحط تھا جس نے ملک عرب کو جنوب کے آخری کناروں

سے لے کر شمال کی آخری سرحدوں تک گھیر لیا تھا۔ ☆۱

ابن سعد کی روایات سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہ سلسلہ شام و عراق کی سرحدوں اور  
تہامہ تک پھیلا ہوا تھا۔ ☆۲۲

یمن بھی اس کی لپیٹ میں آچکا تھا۔ ☆ ۳

مؤرخین نے لکھا ہے کہ اس قحط کا سبب یہ تھا کہ جزیرہ نما عرب میں پورے نو ماہ تک بارش کی ایک بوند نہ پڑی۔ اور آخر آتش فشاں پہاڑ پھٹنے لگے جس سے زمین کی سطح اور اس کی ساری رونیدگی جل گئی اور وہ سیاہ مٹی کا ڈھیر ہو کر رہ گئی۔ جب ہوا چلتی ساری فضا گرد و آلود ہو جاتی۔۔۔۔۔ بارش کے نہ ہونے آنندھیوں کے چلنے اور کھیتوں کے جل جانے سے قحط کی صورت پیدا ہو گئی جس نے انسانوں اور جانوروں کو ہلاک کرنا شروع کر دیا۔ چنانچہ بھیڑ بکریوں کے ریوڑ کے ریوڑ فنا ہو گئے اور جو بچے رہے انہیں سوکھا لگ گیا۔ یہاں تک کہ ایک شخص بھیڑ کو ذبح کرتا اور اس کی بدھیتی دیکھ کر بھوک اور مصیبت کے باوجود اسے چھوڑ کے کھڑا ہو جاتا۔ بازار سارے سونے پڑے تھے اور ان میں خرید و فروخت کے لئے کچھ نہ تھا۔ لوگوں کے ہاتھ میں روپے تھے مگر ان کی کوئی قیمت نہ تھی۔ اس لئے کہ بدلے میں کوئی چیز ایسی نہ ملتی تھی جس سے وہ پیٹ کی آگ بجھا سکتے۔ مصیبت طویل اور ابتلاء شدید ہو گئی۔ لوگ جنگلی چوہوں کے بل کھودنے لگے کہ جو اس میں ملے نکال کے کھالیں قحط کی ابتداء میں مدینہ والوں کی حالت دوسروں سے بہتر تھی۔ جس کا سبب یہ تھا کہ مدینہ میں مدنیت کا شعور پیدا ہو چکا تھا اور مدینہ والوں نے آسودگی کے زمانے میں ضروریات زندگی کا ذخیرہ فراہم کر لیا تھا۔ جو تمدن لوگوں کی

عادت ہے۔ چنانچہ قحط کا آغاز ہوا تو وہ اس ذخیرے کے سہارے زندگی بسر کرنے لگے۔ لیکن بدویوں کے پاس کوئی اندوختہ نہ تھا۔ اس لئے وہ شروع ہی میں بھوکے مرنے لگے اور وہ دوڑ دوڑ کر مدینہ پہنچے کہ امیر المؤمنین سے فریاد کر کے اپنے اہل و عیال کی زندگی کے لئے روٹی کا ٹکڑا مانگیں۔ ہوتے ہوتے ان پناہ گیزوں کی اتنی کثرت ہو گئی کہ مدینہ میں تل رکھنے کو جگہ نہ رہی۔ اب مدینہ والے بھی ابتلاء میں پڑ گئے اور بدویوں کی طرح بھوک اور قحط نے ان پر بھی وار کر دیا۔۔۔ اس پر مستزاد یہ کہ۔۔۔ بیماری پھوٹ نکلی اور بہت سے لوگ اس کی نذر ہو گئے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ مریضوں کی عیادت کو جاتے اور جب کوئی مریض مر جاتا تو اس کے لئے کفن بھیجتے۔ ☆۱

ایک مرتبہ تو بیک وقت دس آدمیوں کی نماز جنازہ پڑھائی۔ قحط کی شدت کا اندازہ آپ اس بات سے بھی لگا سکتے ہیں کہ بقول طبری (حَتَّى جَعَلَتِ الْوَحْشُ تَأْوِي إِلَى الْإِنْسِ) ☆ ۲  
یعنی یہاں تک کہ وحشی جانور انسانوں کے پاس آنے لگے۔ (کہ شاید کھل جائے)۔

### انتظامات اور فاروقی کردار:-

آئندہ طور میں ہم یہ دیکھیں گے کہ اس عظیم بحران سے نمٹنے کے لئے امیر المؤمنین نے کیا طریقہ اختیار کیا، کیسے انتظام کیا اور کون سے اقدامات اٹھائے۔ یہاں یہ بتانا ضروری ہے کہ بعض اقدامات تو خالصہً انتظامی نوعیت کے تھے اور بعض امیر المؤمنین کے ذاتی کردار سے متعلق تھے۔ لیکن جو چیز ان میں مشترک ہے وہ ہے

☆۱: عمر فاروق اعظم ص 342

☆۲: تاریخ الطبری ج 4. ص 98

نہایۃ الارب فی فنون الادب ج 19. ص 351

امیر المؤمنین کی حیرت انگیز اور عظیم الشان انتظامی صلاحیت، اپنی رعیت کے ساتھ پر خلوص محبت، خیر خواہی اور للہیت۔ تو آئیے ان کے اقدامات پر ایک طائرانہ نظر ڈالتے ہیں۔

### (1) بیت المال سے امداد:-

جیسے جیسے خط میں شدت پیدا ہوتی گئی لوگوں کی قوت جواب دہی گئی۔ جو کچھ ان کے پاس محفوظ تھا اسے کھا گئے۔ حتیٰ کہ کچھ بھی باقی نہ رہا۔ چنانچہ آس پاس کے لوگ امیر المؤمنین کے پاس دار الخلافہ ”مدینہ منورہ“ آنے لگے۔ مدینہ منورہ میں بیت المال میں جو کچھ موجود تھا۔ امیر المؤمنین نے وہ سب کچھ تقسیم کر دیا۔

حافظ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں (فَأَنْفَقَ فِيهِمْ مِنْ حَوَاصِلِ بَيْتِ الْمَالِ مِمَّا فِيهِ مِنَ الْأَطْعَمَةِ وَالْأَمْوَالِ حَتَّى أَنْفَدَهُ ☆ ا) امیر المؤمنین کے پاس بیت المال میں جو کچھ غذائی مواد یا مال موجود تھا وہ ان میں خرچ کر ڈالا حتیٰ کہ اسے ختم کر ڈالا۔

اور بظاہر یہ معمول کا ایک اقدام نظر آتا ہے کہ سرکاری خزانے سے مفلوک الحال لوگوں کی مدد کی جائے لیکن ایسی مدد کہ بیت المال ہی خالی رہ جائے یہ مثال شاید کہیں اور نہ ملے۔ ایسی فراخ دلانہ امداد کی توقع امیر المؤمنین سے ہی کی جاسکتی ہے۔ قدرتی آفات، حادثات اور مصائب تو آج بھی آتے رہتے ہیں۔ لیکن حکومتوں کی کوشش یہ ہوتی ہے کہ خزانہ پر بوجھ نہ پڑے۔ امیر المؤمنین کا تصور یہ نظر آتا ہے کہ خزانہ رعایا کے لئے ہوتا ہے اگر رعایا نہ رہے تو خزانہ کس کام کا۔ اگر ہمارے مقتدر حضرات ایک اصول کو سامنے رکھ کر پالیسی بنائیں تو غریب عوام کے بے شمار مسائل کا ازالہ ہو سکتا ہے اور وہ اصول یہ ہے کہ

”خزانہ عوام کے لئے ہے عوام خزانہ کے لئے نہیں“

## (۲) خود احتسابی:-

بلاشبہ ”رمادۃ“ ایک بڑی آزمائش تھی۔ اس کے ظاہری اسباب کو موضوعِ بحث بنانے کی بجائے امیر المؤمنین نے مناسب سمجھا کہ اپنے اعمال کا جائزہ لیا جائے اور قوم کو بھی اس طرف متوجہ کیا جائے۔ اولیاء اللہ کا طریقہ ہمیشہ یہی رہا ہے کہ آزمائش کے وقت اللہ تعالیٰ کے ساتھ اپنے تعلق کا جائزہ لیتے ہیں کہ کہیں کسی لغزش کے نتیجے میں تو یہ مصیبت نازل نہیں ہوئی؟

ابن سعد سلیمان بن یسار سے روایت کرتے ہیں کہ:

خَطَبَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ النَّاسَ فِي زَمَانِ الرَّمَادَةِ فَقَالَ: اتَّقُوا اللَّهَ فِي أَنْفُسِكُمْ وَفِيمَا غَابَ عَنِ النَّاسِ مِنْ أَمْرِكُمْ فَقَدْ ابْتَلَيْتُمْ بِكُمْ وَابْتَلَيْتُمْ بِي فَمَا أَدْرَى السُّخْطَةَ عَلَى دُونِكُمْ أَوْ عَلَيْكُمْ دُونِي أَوْ قَدْ عَمَّتَنِي وَ عَمَّتْكُمْ فَهَلُمُّوا فَلَنَدْعُ اللَّهَ يُصْلِحَ قُلُوبَنَا وَأَنْ يَرْحَمَنَا وَأَنْ يَرْفَعَ عَنَّا الْمَحَلَّ. قَالَ فَرُبِّي عُمَرُ يَوْمَئِذٍ رَافِعًا يَدَيْهِ يَدْعُو اللَّهَ وَدَعَا النَّاسَ وَبَكَى وَبَكَى النَّاسُ مَلِيًّا ثُمَّ نَزَلَ ۱. ھ ☆

رمادۃ کے زمانے میں حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے لوگوں کے سامنے خطبہ دیتے ہوئے فرمایا: لوگو اپنے رب سے ڈرو اپنے نفس کے بارے میں اور اپنے ان اعمال کے بارے میں جو لوگوں سے پوشیدہ ہیں۔ یقیناً تمہاری وجہ سے میری اور میری وجہ سے تمہاری آزمائش ہو رہی ہے۔ مجھے معلوم نہیں کہ اللہ کی ناراضگی صرف میرے اوپر ہے یا صرف تمہارے اوپر اور یا عمومی طور پر میرے اوپر ہے اور تمہارے اوپر بھی۔ آئیے



بارگاہ الہی میں دعا کریں کہ وہ ہمارے دلوں کی اصلاح فرمائے، ہم پر رحم فرمائے اور ہم سے قسط و خشک سالی کو اٹھالے۔ راوی کہتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو اُس روز بارگاہ الہی میں دونوں ہاتھ اٹھائے ہوئے دعا مانگتے دیکھا گیا اور لوگوں نے بھی دعا مانگی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کافی دیر تک خود بھی روئے اور لوگ بھی رو دیئے۔ پھر منبر سے اُترے۔

زید بن اسلم اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے کہا:  
 سَمِعْتُ عُمَرَ يَقُولُ: أَيُّهَا النَّاسُ إِنِّي أَخْشَى أَنْ تَكُونُوا سُخْطَةً عَمَّتَا  
 جَمِيعاً فَأَعْتَبُوا رَبَّكُمْ وَأَنْزِعُوا وَتَوْبُوا إِلَيْهِ وَاحِدٌ نُوا خَيْرًا. ۱. ۱. ☆  
 میں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو فرماتے ہوئے سنا کہ لوگو مجھے ڈر ہے کہ (یہ قسط) ہم سب پر اللہ تعالیٰ کی ناراضگی کا اظہار ہے۔ اس لئے اپنے رب کو راضی کر لو۔ اس کی ناراضگی سے ہاتھ کھینچ لو۔ اس کی بارگاہ میں توبہ کر لو اور اچھے اعمال کر کے دکھاؤ۔  
 یہ ہے ایک دلی اللہ کا کردار کہ مصیبت کی گھڑی میں شکوے شکایت کی بجائے خود احتسابی سے کام لیا تو کم کو بھی خود احتسابی کی طرف متوجہ کیا۔ دوسری طرف ہم ہیں کہ آزمائش کے وقت ذمہ داری دوسروں پر ڈالنے کی کوشش کرتے ہیں۔ حیلے بہانے تلاش کرتے ہیں خود کو بری الذمہ قرار دیتے ہیں اور اپنے اعمال کا جائزہ لے کر اپنے رب کو راضی کرنے کی کوشش نہیں کرتے۔

### (3) تَوَجَّهْ إِلَى اللَّهِ:

خود احتسابی کے ساتھ ساتھ امیر المؤمنین حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے معمول سے بڑھ کر توجہ الی اللہ کا اہتمام فرمایا۔ عبد اللہ بن ساعدہ کہتے ہیں کہ:

رَأَيْتُ عُمَرَ إِذَا صَلَّى الْمَغْرِبَ نَادَى : أَيُّهَا النَّاسُ اسْتَغْفِرُوا رَبَّكُمْ ثُمَّ تَوَسَّأُوا إِلَيْهِ وَسَلُّوهُ مِنْ فَضْلِهِ وَاسْتَسْقُوا سُقْيَا رَحْمَةً لَا سُقْيَا عَذَابٍ فَلَمْ يَزَلْ كَذَلِكَ حَتَّى فَرَجَ اللَّهُ ذَلِكَ. ☆ ۱

یعنی میں نے دیکھا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ جب مغرب کی نماز پڑھ لیتے تو لوگوں کو مخاطب کر کے فرماتے: ”لوگو اپنے پروردگار سے مغفرت مانگو۔ اس کی بارگاہ میں توبہ کرو۔ اُس سے اس کا فضل مانگو اور بارش کی دعا مانگو۔ رحمت کی بارش نہ کہ عذاب کی بارش۔ یہی آپ کی عادت رہی تھی کہ اللہ تعالیٰ نے مصیبت دور فرمادی۔

ایک اور راوی کہتے ہیں: کہ عام الرمادہ کے دوران انہوں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو فرماتے ہوئے سنا: أَيُّهَا النَّاسُ ادْعُوا اللَّهَ أَنْ يُذْهِبَ عَنْكُمْ الْمَحَلَّ وَهُوَ يُطَوِّفُ عَلَى رَقَبَتِهِ دِرَّةً“ ☆ ۲

”لوگو اللہ تعالیٰ سے دعا کرو کہ اس قحط کو تم سے دور فرمادے“ یہ کہتے وقت وہ اپنی گردن پر کوڑا پھرا رہے تھے۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ:

”كَانَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ أَحَدَتْ فِي زَمَانِ الرَّمَادَةِ أَمْرًا مَا كَانَ يَفْعَلُهُ لَقَدْ كَانَ يُصَلِّي بِالنَّاسِ الْعِشَاءَ ثُمَّ يَخْرُجُ حَتَّى يَدْخُلَ بَيْتَهُ فَلَا يَزَالُ يُصَلِّي حَتَّى يَكُونَ آخِرُ اللَّيْلِ ثُمَّ يَخْرُجُ فَيَأْتِي الْأَنْقَابَ فَيَطُوفُ عَلَيْهَا وَإِنِّي لَا أَسْمَعُهُ لَيْلَةً فِي السَّحَرِ وَهُوَ يَقُولُ : اللَّهُمَّ لَا تَجْعَلْ هَلَكَ أُمَّةٍ مُحَمَّدٍ عَلَيَّ يَدَيَّ. ☆ ۳

☆ ۱: طبقات ابن سعد ج 3. ص 320

☆ ۲: طبقات ابن سعد ج 3. ص 320

☆ ۳: طبقات ابن سعد ج 3. ص 312

یعنی حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ”رمادة“ کے زمانے میں ایسا طریقہ اپنایا جو وہ اس سے پہلے نہیں کیا کرتے تھے۔ وہ لوگوں کو عشاء کی نماز پڑھا کر مسجد سے نکل کر اپنے گھر تشریف لاتے اور مسلسل نماز پڑھتے۔ پھر رات کے آخری پہر نکلتے، گلیوں کا چکر لگاتے۔ میں نے بارہا رات کو سحر کے وقت ان کو کہتے ہوئے سنا ”اللہ امت محمد کو میرے ہاتھوں ہلاک نہ ہونے دے“

محمد حسین بیگل لکھتے ہیں کہ ”اب حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو اللہ تعالیٰ کے دامن رحمت کے سوا کہیں پناہ نظر نہ آئی۔ نو مہینے تک مسلسل ان کا یہ معمول رہا کہ لوگوں کو عشاء کی نماز پڑھانے کے بعد کاشانہ خلافت میں داخل ہوتے تھے اور ساری ساری رات نماز پڑھتے رہتے تھے خدا سے گڑگڑا کے یہ دعا مانگتے تھے کہ وہ ان کے ہاتھوں امت محمد کو ہلاک نہ کرے“ ۱☆

حضرت سعد بن زید اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے کہا:

”رَأَيْتُ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ يُصَلِّي فِي جَوْفِ اللَّيْلِ فِي مَسْجِدِ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ رَمَانَ الرَّمَادَةِ وَهُوَ يَقُولُ (اللَّهُمَّ لَا تُهْلِكْنَا بِالسِّنِينَ وَارْفَعْ عَنَّا الْبَلَاءَ) يُرَدُّ هَذِهِ الْكَلِمَةُ. ۲☆

یعنی میں نے رمادہ کے زمانے میں عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کو رات کے وقت مسجد نبوی میں نماز پڑھتے دیکھا۔ وہ یہ دعا مانگ رہے تھے کہ الہی خشک سالی کے ذریعے ہمیں ہلاک نہ کیجیو اور اس بلاء کو ہم سے اٹھائیو“ وہ یہی الفاظ بار بار دہراتے رہتے تھے۔ اھ۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا یہ طرز عمل درحقیقت اللہ تعالیٰ پر ان کے غیر متزلزل ایمان کی غمازی کرتا ہے کہ جو چیز جس کے اختیار میں ہے اسی سے مانگی جائے ارشاد ربانی ہے۔

”وَهُوَ الَّذِي يُنَزِّلُ الْغَيْثَ مِنْ بَعْدِ مَا قَنَطُوا وَيَنْشُرُ رَحْمَتَهُ وَهُوَ الْوَلِيُّ  
الْحَمِيدُ ☆ ۱

وہی (اللہ تو) ہے جو لوگوں کے مایوس ہو جانے کے بعد مینہ برساتا ہے اور اپنی رحمت پھیلا دیتا ہے اور وہی قابل تعریف ولی ہے۔ اھ۔

#### (4) شبینہ گشت

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی مبارک عادتوں میں سے ایک عادت یہ تھی کہ رعیت کے حالات سے آگاہی حاصل کرنے کے لئے رات کے وقت خود چل کر جائزہ لیا کرتے تھے اور جس کسی کو امداد کا مستحق خیال کرتے رات کی تاریکی میں ہی ضروری مدد فراہم کر دیتے۔ یہ عادت رمادہ کے زمانے میں بھی جاری رہی بلکہ رمادہ کے زمانے میں وہ معاشرتی تبدیلیوں پر بھی نظر رکھ رہے تھے اور ان کا تجزیہ بھی کیا کرتے تھے۔ امام ابن کثیر رحمۃ اللہ نقل کرتے ہیں کہ رمادہ کے سال انہوں نے رات کے وقت مدینہ منورہ کی گلیوں میں گشت کیا تو کسی کو ہتے نہیں پایا نہ ہی لوگوں کو اپنے گھروں میں حسب عادت گفتگو کرتے سنا اور نہ کسی مانگنے والے کو مانگتے دیکھا۔ (یہ صورت حال چونکہ خلاف معمول تھی اس لئے انہوں نے فوراً اسے محسوس کیا) چنانچہ اس کے سبب کے بارے میں دریافت کیا۔ انہیں بتایا گیا کہ: اے امیر المؤمنین سوال کرنے والے سوال کرتے رہے لیکن انہیں کچھ نہیں دیا گیا اس لئے انہوں نے مانگنا اور سوال کرنا ہی چھوڑ دیا۔ اس کے علاوہ لوگ

پریشانی اور تنگدستی کا شکار ہیں اس لئے نہ تو (حسب معمول) گپ شپ لگاتے ہیں نہ ہی ہنستے ہنساتے ہیں۔

قطب کے ظاہری نقصانات کے بارے میں رپورٹیں امیر المؤمنین کو مل رہی تھیں یہ ممکن ہی نہیں کہ اُن جیسے زیرک انسان سے ظاہری صورت حال پوشیدہ رہ سکے۔ لیکن بعض چیزیں ایسی بھی ہوتی ہیں جن کی رپورٹنگ کو لوگ اہمیت نہیں دیتے۔ اس واقعے سے یہ حقیقت بھی ظاہر ہوتی ہے کہ نظام مملکت چلانے اور عوام کے حالات سے آگاہی حاصل کرنے کے لئے حضرت عمر رضی اللہ عنہ صرف سرکاری رپورٹوں پر اکتفا نہیں کرتے تھے بلکہ رات کے اندھیرے میں خود جا کر حالات معلوم کرنا ضروری سمجھتے تھے۔ اس موضوع پر بہت کچھ لکھا جاسکتا ہے اور میں سمجھتا ہوں کہ ہمارے عمال حکومت کو سرکاری انتظام و انصرام میں اس پہلو پر زیادہ توجہ دینی چاہئے۔

### (5) امداد کی اپیل

کتب تاریخ کے مطالعے سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی کوشش یہ تھی کہ قطب سالی سے متاثرہ عوام کے دکھوں کا مداوا بیت المال سے کیا جائے جیسا کہ پہلے گزر چکا ہے بیت المال میں جو کچھ تھا وہ انہوں نے خرچ کر دیا یہ انکا معمول تھا۔ حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کے نام اپنے ایک مکتوب میں انہوں نے حکم دیا کہ سال میں ایک دن ایسا مقرر کرو جب خزانہ میں ایک درہم تک باقی نہ رہے اور وہاں جھاڑو لگا دی جائے تاکہ اللہ تعالیٰ کو معلوم ہو کہ میں نے ہر حق دار کا حق ادا کیا ہے۔ ☆

صرف مقامی بیت المال سے امداد پر انحصار کی دوسری وجہ یہ بھی ہو سکتی ہے کہ انہیں امید تھی کہ شاید قطب کا سلسلہ جلد ختم ہو جائے گا مصیبت ٹل جائے گی اور باہر سے امداد منگوانے کی ضرورت نہ رہے گی۔ لیکن خشک سالی جیسے طویل پکڑی گئی عوام کی

مشکلات میں اضافہ ہوتا گیا اور مدینہ منورہ کا بیت المال بھی خالی ہو گیا تب حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے امداد بھجوانے کے لئے صوبوں کو خطوط لکھنے کا فیصلہ کیا۔ تاریخی روایات سے ظاہر ہوتا ہے کہ اس سلسلے میں انہوں نے حضرت ابو عبیدہ عامر ابن الجراح رضی اللہ عنہ کو خط لکھا۔ شام کے گورنر حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو بھی لکھا اور عراق کے گورنر حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کو بھی لکھا۔ یہ خطوط انتہائی مختصر اور زوردار تھے۔

سب سے پہلے جس شخص کو مدد پہنچانے کی سعادت ملی وہ حضرت ابو عبیدہ عامر ابن الجراح رضی اللہ عنہ تھے۔ وہ امداد لے کر بنس نفیس مدینہ منورہ پہنچے۔ حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ غذائی سامان سے لدے ہوئے چار ہزار اونٹ لے کر مدینہ منورہ پہنچے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے مدینہ منورہ کے ارد گرد قیام پذیر قحط زدگان کے درمیان یہ غذائی سامان تقسیم کرنے کا کام ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ کے سپرد کر دیا۔ جب وہ تقسیم سے فارغ ہو کر واپس حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حکم دیا کہ انہیں چار ہزار درہم دے دیئے جائیں۔ حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا:-

لَا حَاجَةَ لِي فِيهَا يَا أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ إِنَّمَا أَرَدْتُ اللَّهَ وَمَا قَبْلَهُ فَلَا تُدْخِلْ عَلَيَّ الدُّنْيَا.

امیر المؤمنین مجھے ان کی کوئی حاجت نہیں میں نے جو کچھ کیا ہے اللہ اور اس کے انعام کی خاطر کیا ہے۔ دنیا کو میری طرف مت دھکیلیے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا اسے قبول کر لو۔ جب تم نے اسے طلب ہی نہیں کیا تو قبول کرنے میں کوئی حرج نہیں لیکن حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ نے انکار کر دیا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا مجھے بھی رسول اللہ ﷺ کے ساتھ اس طرح واقعہ پیش آیا تھا۔ انہوں نے بھی مجھے وہی بات فرمائی تھی جو میں نے آپ سے کہی ہے اور میں نے اُن کی خدمت میں وہی بات عرض کی تھی جو آپ نے مجھے کہی ہے لیکن اس کے باوجود

آپ نے مجھ پر بخشش فرمائی۔ یہ سن کر حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ نے وہ رقم قبول فرمائی اور اپنی ولایت کی طرف چل دیئے۔ ☆

تقسیم کا کام حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ کے سپرد کرنے میں دو فائدے تھے۔ ایک تو یہ کہ دوسروں کے مقابلے میں وہ زیادہ جوش جذبے کے ساتھ یہ خدمت انجام دیں گے۔ دوسرے یہ کہ وہ خود اپنی آنکھوں سے حالات کا مشاہدہ کر لیں گے اور واپس جا کر اہل شام کو حالات سے آگاہ کر سکیں گے۔

اسی طرح حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو لکھا۔

”إِذَا جَاءَكَ كِتَابِي هَذَا فَأَبْعَث إِلَيْنَا مِنَ الطَّعَامِ بِمَا يَصْلُحُ مِنْ قِبَلِنَا فَإِنَّهُمْ قَدْ هَلَكُوا إِلَّا أَنْ يُرْحَمَهُمُ اللَّهُ“

یعنی جب تمہارے پاس میرا یہ خط پہنچے تو فوراً ہمارے پاس اتنا سامان بھیجو جو یہاں ہمارے لوگوں کی حالت سدھار سکے کیونکہ اگر اللہ کی رحمت شامل حال نہ ہوئی تو لوگ ہلاک ہو جائیں گے۔ چنانچہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے غذائی سامان سے لدے ہوئے تین ہزار اونٹ اور تین ہزار چنے روانہ کر دیئے۔ ☆ ۲

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کو بھی لکھا چنانچہ انہوں نے آٹے سے لدے ہوئے دو ہزار اونٹ بھیجے۔ ☆ ۳

۱: ☆ (عمر فاروق اعظم ص 340)

المکمل فی التاريخ ج 2، ص 556

تاريخ الطبری ج 4، ص 100

البدایہ والنہایہ ج 7، ص 104

تاريخ ابن خلکان ج 2، ص 554

اخبار عمر ص 110

۲: ☆ طبقات ابن سعد ج 3، ص 315

اخبار عمر ص 109

عمر فاروق اعظم ص 340

۳: ☆ طبقات ابن سعد ج 3، ص 315

اخبار عمر ص 109

جولہ تاریخیہ فی عصر الخلفاء الراشدين ص 269

حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کے بارے میں یہ بات پہلے گزر چکی ہے کہ رمادہ کے وقت وہ کہاں تھے۔ مصر میں یا فلسطین میں۔ البتہ یہ بات طے شدہ ہے کہ وہ اس وقت حضرت عمر کی طرف سے ایک علاقے کے حاکم تھے اور حضرت عمر نے انہیں خط لکھا چنانچہ انہوں نے بری راستے سے بھی امداد روانہ کی اور بحری راستے سے بھی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے لکھا:-

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ مِنْ عَبْدِ اللَّهِ عُمَرَ أَمِيرِ الْمُؤْمِنِينَ إِلَى الْعَاصِ ابْنِ الْعَاصِ سَلَامٌ عَلَيْكَ أَمَا بَعْدُ: أَفْتَرَأْنِي هَالِكًا وَمَنْ قِبَلِي وَتَعِيشُ أَنْتَ وَمَنْ قِبَلِكَ فَيَا غَوَاةً يَا غَوَاةً يَا غَوَاةً

یعنی: بِسْمِ اللہ الرحمن الرحیم . اللہ کے بندے امیر المؤمنین عمر کی طرف سے عاص بن العاصی کے نام۔ اما بعد۔ کیا تم مجھے اور میرے پاس والوں کو ہلاک ہوتے دیکھو گے اور تم اور تمہارے پاس والے زندہ رہیں گے۔ مدد! مدد! مدد! حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے جواب میں لکھا۔

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ لِعَبْدِ اللَّهِ عُمَرَ أَمِيرِ الْمُؤْمِنِينَ مِنْ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ سَلَامٌ عَلَيْكَ فَإِنِّي أَحْمَدُ إِلَيْكَ اللَّهُ الَّذِي لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ أَمَا بَعْدُ: أَتَاكَ الْغَوْتُ فَلَبِثَ لَبِثٌ لَا نَعْنُ إِلَيْكَ بِعِيرٍ أَوْ لَهَا عِنْدَكَ وَآخِرُهَا عِنْدِي:

بِسْمِ اللہ الرحمن الرحیم . اللہ کے بندے امیر المؤمنین عمر کی خدمت میں عمرو بن العاص کی طرف سے۔

سلام ہو آپ پر۔ میں آپ کے سامنے اس اللہ کی حمد بیان کرتا ہوں جس کے علاوہ کوئی معبود نہیں۔ اما بعد! مدد! آپ کے پاس پہنچنے والی ہے۔ آپ اطمینان رکھیں۔ میں



ایسا قافلہ آپ کے پاس بھیج رہا ہوں جس کا اگلا سرا آپ کے پاس اور آخری سرا میرے پاس ہوگا۔ ۱۶۷

چنانچہ انہوں نے فوری طور پر بری راستے سے آئے سے لدے ہوئے ایک ہزار اونٹ اور پانچ ہزار کمل بھیجے۔ ۲۶۷

یہ امداد سمندر کے راستے جدہ اور جدہ سے مکہ مکرمہ پہنچی۔ ۳۶۷

لیکن کہاں سے روانہ ہوئی تو آسمیں اختلاف ہے محمد حسین ہیکل کی رائے میں ایلہ (موجودہ عقبہ) سے روانہ ہوئی تھی۔ ۴۶۷

جبکہ ابن الاثیر اور ابن خلدون کی رائے میں یہ امدادی سامان بحر قلزم سے روانہ ہوا تھا۔ ۵۶۷

صورت حال جو بھی ہو سمندری راستے سے امداد آنا تاریخی طور پر ثابت شدہ ہے اور اس کی تفصیلات بھی دلچسپی سے خالی نہیں ہیں۔

بقول طبری حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے خط کے جواب میں حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے لکھا کہ

- 
- ۱:۶۷ طبقات ابن سعد ج 3. ص 310  
 نہایۃ الآرب فی فنون الادب ج 19. ص 326  
 عمر فاروق اعظم ص 339  
 اخبار عمر ص 108-109  
 ۲:۶۷ طبقات ابن سعد ج 3. ص 319  
 حضرت عمر فاروق اعظم ص 340  
 اخبار عمر 709  
 جولہ تاریخیۃ فی عصر الخلفاء الراشدین ص 269  
 ۳:۶۷ البدایۃ والنہایۃ ج 7. ص 103  
 ۴:۶۷ حضرت عمر فاروق اعظم ص 340  
 ۵:۶۷ الکامل فی التاریخ ج 2. ص 556  
 تاریخ ابن خلدون ج 2. ص 554

إِنَّ الْبَحْرَ الشَّامِيَّ حُفِرَ لِمَبْعَثِ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ. حَفِيرًا أَقْصَبَ فِي  
 بَحْرِ الْعَرَبِ فَسَدَهُ الرُّومُ وَالْقَبْطُ فَإِنْ أَحْبَبْتَ أَنْ يَقُومَ سِعْرُ الطَّعَامِ  
 بِالْمَدِينَةِ كَسِعَرِهِ بِمِصْرَ حَفَرْتُ لَهُ نَهْرًا وَبَنَيْتُ لَهُ قَنَاطِرَ فَكُتِبَ إِلَيْهِ  
 عُمَرُ أَنْ الْفَعْلَ وَعَجَّلَ ذَلِكَ فَقَالَ لَهُ أَهْلُ مِصْرَ خَرَّاجُكَ رَاجٍ  
 وَآمِيرُكَ رَاضٍ وَإِنْ تَمَّ هَذَا انْكَسَرَ الْخَرَّاجُ فَكُتِبَ إِلَى عُمَرَ  
 بِذَلِكَ وَذَكَرَ أَنَّ فِيهِ انْكَسَارَ خَرَّاجِ مِصْرَ وَخَرَّابُهَا فَكُتِبَ إِلَيْهِ عُمَرُ:  
 اِعْمَلْ فِيهِ وَعَجَّلْ أَخْرَبَ اللَّهُ مِصْرَ فِي عُمَرَانِ الْمَدِينَةِ وَصَلَا حَيْهَا  
 فَعَالَجَهُ عُمَرُ وَهُوَ بِالْقَلْزُومِ فَكَانَ سِعْرُ الْمَدِينَةِ كَسِعَرِ مِصْرَ وَلَمْ  
 يَزِدْ ذَلِكَ مِصْرَ إِلَّا رَخَاءً. ۱☆

یعنی بعثت نبوی کے وقت بحر شامی سے ایک نہر کھود کر نکالی گئی جو بحیرہ عرب میں  
 گرتی تھی۔ جسے رومیوں اور قبطیوں نے بند کر دیا تھا۔ اگر آپ چاہیں کہ مدینہ منورہ میں  
 غذائی مواد کی قیمت مصر کی قیمتوں کے برابر ہو تو میں دوبارہ نہر کی کھدائی کر لوں اور اس  
 سے شاخیں نکلا دوں جو اب میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے لکھا کہ یہ کام کر دو اور اس میں  
 جلدی کرو۔ لیکن مصریوں نے حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کی خدمت میں عرض کی  
 کہ خراج کے طور پر تمہیں کافی رقم مل رہی ہے اور تمہارا امیر تم سے راضی بھی ہے۔ (اس  
 لئے نہر کھدوانے کی ضرورت نہیں) کیونکہ اگر یہ منصوبہ مکمل ہوا تو خراج میں کمی واقع ہوگی  
 چنانچہ حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو

اس کے بارے میں لکھا کہ اس منصوبے سے مصر کے خراج میں کمی ہوگی اور معیشت خراب ہو جائے گی۔ جواب میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے پھر لکھا کہ منصوبہ پر عمل درآمد کرو۔ اور عجلت سے کام لو۔ اگر اس سے مدینہ آباد اور سدھر سکتا ہے تو اللہ تعالیٰ مصر کو برباد کرے۔ چنانچہ حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے بحر قلزم سے نہر نکالی۔ نیچے مدینہ منورہ کا نرخ مصر کے نرخوں کے برابر رہا اور اس سے مصر کی خوشحالی میں بھی اضافہ ہوا۔

البتہ ابن الجوزی کی روایت میں ”أَخْرَبَ اللَّهُ مِصْرَ“ کی بجائے ”أَخْرَبَ اللَّهُ خَرَاجَ مِصْرَ“ کے الفاظ ہیں یعنی اللہ تعالیٰ مصر کے خراج کو غارت کر دے۔ میرے خیال میں یہ الفاظ زیادہ مناسب ہیں۔

غالباً اسی روایت کو بنیاد بنا کر ابن الاثیر اور ابن خلدون دونوں نے لکھا ہے کہ

”وَأَصْلَحَ عَمْرُو بْنُ الْعَاصِ بِحَرَ الْقَلْزَمِ وَأَرْسَلَ فِيهِ الطَّعَامَ . ☆ ا

یعنی حضرت عمرو بن العاص نے بحر قلزم کی اصلاح کی اور اسی راستے غذائی سامان بھیجوا یا۔

لیکن ظاہر ہے کہ مصر اور مدینہ منورہ میں بار بار کی مرسلت اور درمیانی طویل فاصلہ وقت کی متقاضی ہے۔ اسلئے ایلہ (عقبہ) کی بندرگاہ اور بحر قلزم والی دونوں روایات کے درمیان تطبیق یوں کی جاسکتی ہے کہ ابتداءً انہوں نے فوری کارروائی کرتے ہوئے ایلہ سے غذائی سامان بھیجوا یا اور پھر نہر مذکور کی صفائی کھدائی کر کے اسے ٹھیک کیا اور بعد میں غلہ اسی راستے بھیجواتے رہے۔ واللہ اعلم

بعض مؤرخین نے لکھا ہے کہ مذکورہ نہر کی کھدائی صفائی تقریباً ایک سال میں مکمل ہوئی اور سال مکمل ہونے سے پہلے ہی اس میں کشتیوں کی آمد و رفت شروع ہو گئی۔ اس نہر کا نام فیلیخ امیر المؤمنین پڑ گیا۔ حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ کے زمانے تک اسی ذریعے سے غلہ پہنچتا رہا۔ لیکن بعد کے امراء نے اس پر کوئی خاص توجہ نہ دی۔ اس میں ریت بھر گئی اور یوں یہ راستہ منقطع ہو گیا۔ ☆۱

اس پورے واقعے سے جو بات سامنے آتی ہے وہ یہ ہے کہ قلیل المدت یا فوری نوعیت کے اقدامات کے ساتھ ساتھ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے طویل المدت اقدامات بھی کئے جس سے مدنی اور مصری معیشت پر دور رس اثرات پڑے۔ مدینہ منورہ کے جنوب میں جابر نامی حجاز کی بندرگاہ تھی۔ اس بحری راستے سے سامان جار پہنچتا اور جابا سے پھر مکہ مدینہ اور یمن تک چلا جاتا ☆۲ چنانچہ طبری نے مذکورہ روایت نقل کرنے کے بعد لکھا ہے کہ وَلَمْ يَرِ أَهْلُ الْمَدِينَةِ بَعْدَ الرَّمَادَةِ مِثْلَهَا. ☆۳

یعنی اہل مدینہ نے رماۃ کے بعد پھر اس جیسی صورتحال نہیں دیکھی۔ لیکن امدادی سرگرمیاں صرف یہاں تک محدود نہ تھیں بلکہ اسلامی ریاست کے ہر علاقے سے امدادی سامان پہنچنا شروع ہوا چنانچہ طبری اور ابن الاثیر دونوں نے یہ الفاظ نقل کیے کہ وَتَسَابَعَ النَّاسُ وَاسْتَغْنَى أَهْلُ الْحِجَازِ پھر لوگ (امدادی سامان لے کر) پے درپے آنے لگے حتیٰ کہ اہل حجاز مستغنی ہو گئے۔ ☆۴

☆۱: نهاية الارب في فنون الادب ج 19. ص 327

☆۲: الفاروق . ص 233

☆۳: تاريخ الطبري ج 4. ص 100

☆۴: تاريخ الطبري ج 4. ص 100

الكامل في التاريخ ج 2. ص 556

## 6:۔ امدادی سامان کی تقسیم کے لئے منتظمین کا تقرر

امدادی سامان مدینہ منورہ پہنچنے کے بعد ایک مشکل کام باقی رہ گیا تھا اور وہ تھا امدادی سامان کی تقسیم۔ جن حضرات کو اس قسم کا کوئی تجربہ ہوا ہے وہ جانتے ہیں کہ تقسیم انتہائی مشکل کام ہے۔ کم سامان اگر ترتیب اور نظم و ضبط کے ساتھ تقسیم ہو تو بڑی مشکلات پر قابو پایا جاسکتا ہے لیکن نظم و ضبط کے فقدان کی صورت میں زیادہ وسائل کے باوجود مشکلات میں اضافہ ہو جاتا ہے۔ اسی حقیقت کو مد نظر رکھتے ہوئے امیر المؤمنین حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ایک لائحہ عمل Working Plan تیار کیا جس کے دو حصے تھے۔ ایک حصہ دار الخلافہ (capital) یعنی مدینہ منورہ کے لئے تھا جبکہ دوسرا حصہ دیگر علاقوں کے لئے تھا۔

## مدینہ منورہ میں تقسیم

مدینہ منورہ مسلمانوں کا روحانی مرکز تو ہے ہی۔ البتہ اس کے ساتھ ساتھ دار الخلافہ بھی تھا۔ جب قحط شروع ہوا اور اس میں شدت پیدا ہوئی تو لوگ ہر طرف سے چل کر مدینہ منورہ آنے لگے۔ چنانچہ امیر المؤمنین نے چند منتظمین (Administrators) کا تقرر کیا جو لوگوں کی خبر گیری کر سکیں اور غذائی سامان تقسیم کر سکیں۔

ابن سعد رضی اللہ عنہ کی روایت کے مطابق: لَمَّا كَانَ عَامُ الرَّمَادَةِ تَجَلَّسَتِ الْعَرَبُ مِنْ كُلِّ نَاحِيَةٍ فَقَدِمُوا الْمَدِينَةَ فَكَانَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ قَدْ أَمَرَ رَجُلًا يَقُومُونَ عَلَيْهِمْ وَيَقْسِمُونَ عَلَيْهِمْ أَطْعَمْتَهُمْ وَإِذَا مَهُمْ فَكَانَ يَزِيدُ بْنُ أَخْبَتِ النَّمِرِ وَكَانَ الْمِسُورُ بْنُ مَخْرَمَةَ وَكَانَ عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ عَبْدِ الْقَارِي وَكَانَ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عُتْبَةَ بْنِ مَسْعُودٍ

فَكَانُوا إِذَا امْسَوْا اجْتَمَعُوا عِنْدَ عُمَرَ فَيَخْبِرُونَهُ بِكُلِّ مَا كَانُوا فِيهِ  
وَكَانَ كُلُّ رَجُلٍ مِنْهُمْ عَلَى نَاحِيَةٍ مِنَ الْمَدِينَةِ وَكَانَ الْأَعْرَابُ حُلُولًا  
فِيمَا بَيْنَ رَأْسِ الثَّيْبَةِ إِلَى رَاتِجٍ إِلَى بَنِي حَارِثَةَ إِلَى بَنِي عَبْدِ الْأَشْهَلِ  
إِلَى الْبَقِيعِ إِلَى بَنِي قُرَيْظَةَ وَمِنْهُمْ طَائِفَةٌ بَنَاءُ حِجَةَ بَنِي سَلَمَةَ هُمْ  
مُحَدِّقُونَ بِالْمَدِينَةِ. ☆ ۱

یعنی رماۃ کے سال عرب لوگ ہر طرف سے چل کر مدینہ منورہ پہنچے۔ جہاں عمر  
ابن الخطاب رضی اللہ عنہ نے چند لوگوں کو مقرر کیا جو ان کی خبر گیری کریں ان کے درمیان  
طعام اور سالن تقسیم کر سکیں۔ ان میں یزید بن اخت النمر، مسور بن مخرمۃ، عبدالرحمان بن  
عبدالقاری اور عبداللہ بن عتبہ بن مسعود وغیرہم شامل تھے۔ رات کو یہ لوگ حضرت عمر رضی  
اللہ عنہ کے پاس جمع ہوتے اور اپنی ساری کارگزاری ان کو بتاتے۔ ان میں سے ہر شخص  
مدینہ کے ایک مخصوص علاقے پر مقرر تھا۔ اس زمانے میں (باہر سے آئے ہوئے) لوگ  
ثعبۃ الوداع سے راتج، بنی حارثہ، بنی عبدالاشہل، بقیع اور بنی قریظہ کے علاقے تک پڑاؤ  
ڈالے ہوئے تھے۔ جبکہ کچھ لوگ بنی سلمہ کے علاقے میں بھی تھے اور ان (مہاجرین)  
نے مدینہ منورہ کو گھیر رکھا تھا۔

جیسا کہ پہلے گزر چکا ہے۔ سب سے پہلی امداد حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ لے  
کر آئے تھے۔ جو انہوں نے خود تقسیم کی۔ بعد میں آنے والے امدادی سامان کی تقسیم  
مذکورہ بالا حضرات کے سپرد ہوئی اور سب سے بڑھ کر خود امیر المؤمنین ان مہاجرین کی  
خدمت کیا کرتے تھے۔ اپنی پیٹھ پر بوریاں لادتے ان کے لئے کھانا پکاتے اور رہائش کا  
بندوبست کرتے تھے۔ جس کی تفصیل آپ آئندہ صفحات میں ملاحظہ فرمائیں گے۔

مالک بن اوس کہتے ہیں کہ: لَمَّا كَانَ عَامُ الرَّمَادَةِ قَدِمَ عَلَى عُمَرَ قَوْمِي مِائَةٌ بَيْتٍ فَنَزَلُوا بِالْجَبَانَةِ؛ فَكَانَ عُمَرُ يُطْعِمُ النَّاسَ مَن جَاءَهُ وَ مَن لَّمْ يَأْتِ إِلَيْهِ أَرْسَلَ إِلَيْهِ بِالذَّقِيقِ وَ التَّمْرِ وَ الْأَذْمِ إِلَى مَنْزِلِهِ فَكَانَ يُرْسِلُ إِلَى قَوْمِي بِمَا يُضِلُّهُمْ شَهْرًا بِشَهْرٍ: ☆۱

یعنی رماہ کے سال میری قوم کے سو گھرانے عمر رضی اللہ عنہ کے پاس مدینہ آئے اور جبانہ کے مقام پر ٹھہرے چنانچہ جو لوگ عمر رضی اللہ عنہ کے پاس حاضر ہوئے وہ ان کو کھلاتے اور جو آ نہیں سکتے تھے ان کے لیے آٹا کھجور اور سالن ان کے گھروں میں بھجواتے چنانچہ آپ میری قوم کے لوگوں کے پاس ان کی ضرورت کا سامان ماہ بہ ماہ بھجواتے رہتے تھے۔

ایک اور روایت کے مطابق انہوں نے جبانہ میں کچھ لوگوں کو ٹھہرایا اور پھر بار بار ان کی اور دوسروں کی خبر گیری کیا کرتے تھے۔ ☆۲

### 7:- مدنی ریاستی دسترخوان

مدینہ میں جو لوگ پہلے سے رہائش پذیر تھے اور جو پناہ گزیں بن کے آئے ان

میں مرد خواتین بوڑھے اور بچے کمزور بیمار ہر قسم اور ہر عمر کے افراد موجود تھے۔ ہر ایک کے پاس نہ تو پکانے کا سامان تھا نہ ہی ہر شخص پکانے کے قابل تھا۔ اس لئے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے مدینہ منورہ میں بیت المال کی طرف سے خلافتی دسترخوان کی روایت قائم کی وہ روٹی کو روغن زیتون میں بھگو کر شید بناتے تھے اور ایک دن چھوڑ کر جانور ذبح کر کے اس کا گوشت شید پر ڈالتے تھے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بڑی بڑی دیکیں چڑھا رکھی تھیں جن پر کام کرنے والے لوگ صبح سویرے اٹھتے اور ”کرکور“ تیار کرتے اور جب صبح ہوتی تو مریضوں کو کھانا کھلاتے غصیدۃ ☆ ۱ تیار کرتے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے حکم سے ان دیکوں میں تیل ڈال کر گرم کیا جاتا جب اس کی تیزی اور گرمی ختم ہو جاتی تو روٹی کی چوری تیار کی جاتی اور اس پر یہی تیل ڈالا جاتا۔ ☆ ۲

پھر آواز لگانے والا لوگوں کو بلاتا کہ مَنْ أَحَبَّ أَنْ يُحْضَرَ طَعَامًا فَيَأْكُلْ فَلْيَفْعَلْ وَمَنْ أَحَبَّ أَنْ يَأْخُذَ مَا يَكْفِيهِ وَاهْلُهُ فَلْيَاتِ فَلْيَأْخُذْ ☆ ۳ جو شخص چاہے کہ حاضر ہو کر کھانے میں شریک ہو تو آجائے اور جو کوئی چاہتا ہو کہ اپنے لیے اور اپنے اہل و عیال کے لئے ساتھ لے جائے تو وہ ساتھ لے جائے۔ اھ پھر جب حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے امدادی سامان بھیجا تو دسترخوان خلافت پر ہر روز بیس اونٹ ذبح ہوتے۔ ☆ ۴

☆ ۱: غصیدۃ: ایک قسم کا کھانا جو آٹا اور مٹی ملا کر بنایا جاتا ہے۔ پھر اسے پکایا جاتا ہے۔ اس کی جمع ”غصایک“ ہے۔ (الرائد ج 2- ص 1029)

گز مکر: ایک قسم کا کھانا ہے۔

☆ ۲: طبقات ابن سعد ج 3، ص 317

☆ ۳: طبقات ابن سعد ج 3، ص 311

☆ ۴: طبقات ابن سعد ج 3، ص 315

عمر فاروق اعظم ص 341

جولہ تاریخیۃ فی عصر الخلفاء الراشدین ص 272



ایک مرتبہ جب لوگ عشاء کا کھانا کھا چکے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حکم دیا کہ جن لوگوں نے ہمارے دسترخوان پر کھانا کھایا انہیں شمار کیا جائے۔ اگلے دن گنتی کی گئی تو وہ سات ہزار پائے گئے۔ پھر انہوں نے حکم دیا کہ جو لوگ حاضر نہیں ہو سکتے مثلاً خواتین مریض اور بچے وغیرہ ان کی گنتی کی جائے۔ گنتی ہوئی تو وہ چالیس ہزار نکلے کچھ دن گزرے تو لوگوں کی تعداد بڑھ گئی انہوں نے پھر گنتی کا حکم دیا۔ تو معلوم ہوا کہ خود حاضر ہو کر کھانا کھانے والوں کی تعداد دس ہزار اور دوسروں کی تعداد پچاس ہزار تک پہنچ گئی۔ بارش ہونے تک یہ سلسلہ اسی طرح جاری رہا۔ ☆۱

اتنی بڑی تعداد کو کھانا کھلانا وسائل کے اعتبار سے تو خیر مشکل ہی ہے۔ البتہ انتظامی لحاظ سے بھی بڑا مشکل کام ہے۔ کہ پچاس ہزار افراد کو مسلسل نو ماہ تک صبح شام پکا پکایا کھانا ایک محدود علاقے کے اندر فراہم ہوتا رہے۔

### **حجاز میں غذائی سامان کی تقسیم**

جیسا کہ پہلے عرض کیا جا چکا ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے لائحہ عمل (working plan) کے دو حصے تھے ایک حصہ مدینہ منورہ کے لئے دوسرا مدینہ منورہ سے باہر کے علاقوں کے لئے جس میں پورا حجاز شامل ہے۔

ہمارے استاد الشیخ محمد السید الوکیل فرماتے ہیں کہ اس لائحہ عمل کی ترتیب میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پیش نظر مقصد یہ تھا کہ لوگ اپنے اپنے علاقوں میں قیام رکھیں اور وہ اس بات پر اطمینان محسوس کریں کہ خلیفہ ان سے غافل نہیں اور یہ کہ طعام ان کے پاس ان کی قیام گاہ پر ہی پہنچے گا۔ دراصل حضرت عمر رضی اللہ عنہ اس طرح لوگوں میں پھیلے ہوئے اس رجحان کی حوصلہ شکنی کرنا چاہتے تھے۔ جس کے تحت لوگ مدینہ کی طرف

ہجرت کر کے آرہے تھے اور دار الخلافہ کی طرف بھاگ رہے تھے اگر سب لوگ مدینہ چلے آتے تو مدینہ میں تل دھرنے کو جگہ نہ رہتی اور مصیبت دو چند ہو جاتی۔ پہلے تو صرف غذائی سامان کی غیر موجودگی کا سامنا تھا اب رہائش اور پناہ گاہ کی فراہمی بھی مسئلہ بن جاتی۔ شاید اس اقدام سے خلیفہ کا ایک مقصد یہ بھی تھا کہ جو لوگ پہلے ہی دار الخلافہ میں پناہ لے چکے ہیں ان کو واپس اپنے اصل مقامات پر واپس بھیج دیا جائے۔ جب مسلمان دیکھیں گے کہ خلیفہ باہر کے علاقوں پر زیادہ توجہ دے رہا ہے اور ان علاقوں کو دار الخلافہ کے مقابلے میں اولیت دی جا رہی ہے اور ان کے آبائی علاقے مدینہ کے مقابلے میں مقدم ہیں تو وہ خوشی خوشی ان علاقوں میں واپس جائیں گے جہاں سے بھاگ کر انہوں نے ہجرت کی تھی۔ ۱۶۷

اس لائحہ عمل کا ایک اور فائدہ یہ بھی ہوا کہ لوگ خصوصاً عورتیں بچے اور بوڑھے صبر آزماسفر کی تکلیفوں اور اخراجات سے بچ گئے اور جو کچھ انہیں ملنا تھا بغیر کسی اضافی خرچہ اور سفر کے انہیں اپنے گھروں میں ہی مل گیا۔

مؤرخین نے لکھا ہے کہ طعام کی پہلی کھیپ جب پہنچنے والی تھی تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت زبیر بن العوام رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ آپ قافلے کا استقبال کریں۔ اور راستہ ہی سے اسے بیرونی علاقے کی طرف موڑ دیں اور وہاں لے جا کر ان کے درمیان تقسیم کر دیں۔ اللہ کی قسم رسول اللہ ﷺ کی صحبت کے بعد آپ کو اس سے اچھی چیز نہیں ملی ہوگی۔ لیکن حضرت زبیر رضی اللہ عنہ نے معذرت کی اور بیمار پڑ گئے۔ اسی دوران نبی کریم ﷺ کے صحابہ میں سے ایک اور شخص وہاں آیا۔ تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ (امید ہے) یہ شخص انکار نہیں کرے گا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اسے ہدایت دیتے ہوئے ارشاد فرمایا۔ تمہیں جو بھی غذائی سامان ملے اسے لے کر اہل بادیہ کی طرف چلے

جاؤ۔ تھیلوں کو خلاف بنا کر تقسیم کر دو تا کہ وہ اسے اوڑھ سکیں اور اونٹوں کو ذبح کر دو تا کہ وہ گوشت کھالیں اور چربی اپنے ساتھ لے جائیں اس بات کا انتظار نہ کرو کہ وہ کہیں کہ ہم بارش کا انتظار کرتے ہوئے حفظ ما تقدم کے طور پر اونٹوں کو اپنے پاس رکھیں گے اور جہاں تک آنے کا تعلق ہے تو وہ اسے کھا بھی سکتے ہیں اور ذخیرہ بھی کر سکتے ہیں۔ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ آسانی پیدا فرمادے۔

موسیٰ بن طلحہ کی روایت ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کو لکھا کہ ہمارے پاس غذائی سامان اونٹوں پر لا کر بھیجی اور سمندری راستے سے بھی بھیجو چنانچہ انہوں نے کچھ سامان اونٹوں پر لا کر بھیج دیا یہ اونٹ مجھے شام کے دھانوں یعنی سرحدوں پر ملے وہاں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے نمائندے یہ سامان لے کر دائیں بائیں پھیل گئے۔ اونٹوں کو ذبح کرتے آنا کھلاتے رہتے اور پٹھے لوگوں کو پہناتے رہے۔ پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ایک شخص کو مدینہ کے جنوب میں واقع بندرگاہ جار بھیج دیا تا کہ حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کی طرف سے سمندری راستے سے بھیجا جانے والا غذائی سامان وصول کرے۔ چنانچہ وہ سارا سامان اہل تہامت کے پاس لیجا کر انہیں کھلایا گیا۔

تاریخی روایات میں اس کی مزید تفصیل بھی ملتی ہیں۔ ایک روایت میں ہے کہ:

وَبَعَثَ إِلَيْهِ بَعْضُ عِظَمَاءِ فَكَانَ أَوْلُهَا بِالْمَدِينَةِ وَأَخْرَهَا بِمَصْرَ يَتَّبِعُ بَعْضُهَا بَعْضًا فَلَمَّا قَدِمَتْ عَلَى عُمَرَ وَسَّعَ بِهَا عَلَى النَّاسِ وَدَفَعَ إِلَى أَهْلِ كُلِّ بَيْتٍ بِالْمَدِينَةِ وَمَا حَوْلَهَا بَعْضًا بِمَا عَلَيْهِ مِنَ الطَّعَامِ وَبَعَثَ عَبْدَ الرَّحْمَنِ بْنِ عَوْفٍ وَالزُّبَيْرَ بْنَ الْعَوَّامِ وَسَعَدَ بْنَ أَبِي وَقَّاصٍ أَنْ يُقَسِّمُوهَا عَلَى النَّاسِ وَيُدْفَعُوا إِلَى أَهْلِ كُلِّ بَيْتٍ بَعْضًا بِمَا عَلَيْهِ وَأَنْ

يَاكُلُوا الطَّعَامَ وَيَنْحَرُوا الْبَعِيرَ، فَيَاكُلُوا لَحْمَهُ وَيَاتِدُّوا شَحْمَهُ  
وَيَحْتَضُوا جِلْدَهُ وَيَسْتَفْعُوا بِالْوِغَاءِ الَّذِي كَانَ فِيهِ الطَّعَامُ لِمَا آزَادُوا  
فَوَسَّعَ اللَّهُ بِذَلِكَ عَلَى النَّاسِ فَلَمَّا رَأَى ذَلِكَ غَمَزَ حَمْدُ اللَّهِ ☆

یعنی حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے ایک عظیم قافلہ امیر المؤمنین کے پاس بھیجا جس کا اگلا سرمایہ اور آخری سرمایہ میں تھا۔ اونٹ ایک دوسرے کے پیچھے آ رہے تھے۔ جب یہ قافلہ مدینہ پہنچا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بھی لوگوں کو فراخ دلانہ امداد دی۔ مدینہ اور آس پاس کے علاقوں میں ہر گھر والوں کو ایک اونٹ اور اس کے اوپر لدہا ہوا سارا غلہ دیا۔ پھر عبدالرحمان بن عوف۔ زبیر بن العوام اور سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہم کو بھیجا تا کہ وہ لوگوں میں غذائی مواد تقسیم کر دیں اور ہر ایک گھرانے کو ایک اونٹ اور اس پر لدہا ہوا غذائی سامان دیدیں۔ تاکہ لوگ طعام کھالیں۔ اونٹ ذبح کر دیں۔ اس کا گوشت کھالیں۔ چربی بطور سالن استعمال کریں۔ جلد کو بھی استعمال میں لائیں اور جن تھیلوں میں یہ غذائی سامان بھرا تھا۔ انہیں بھی جیسے چاہیں اپنے فائدے میں لائیں۔ یوں اللہ نے لوگوں کو فراخی سے نوازا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جب یہ فراخی ملاحظہ کی تو اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا۔

حزام بن ہشام اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا کہ میں نے دیکھا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے نمائندے چار کی بندرگاہ سے غذائی سامان وصول کر کے لوگوں کو کھلاتے رہے۔ اسی طرح معاویہ رضی اللہ عنہ نے شام سے سامان بھیجا حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس کی وصولی کے لئے شام کی سرحدوں تک آ دی بھیجے جو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دوسرے نمائندوں کی طرح لوگوں کو آنا کھلاتے رہے۔ اونٹ ذبح کرتے رہے اور چغے لوگوں کو پہناتے رہے۔ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ

نے ایسا ہی سامان عراق سے بھیجا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس کی وصولی کے لئے اپنے آدمیوں کو عراق کی سرحدوں کے قریب بھیجا وہ انہی علاقوں میں اونٹ ذبح کرتے اور لوگوں کو آنا کھلاتے رہے اور چغے پہناتے رہے یہ سلسلہ یونہی جاری رہا حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں سے یہ مصیبت رفع فرمادی اھ ☆

امام ابن الجوزی رحمہ اللہ نے ایک واقعہ نقل کیا ہے کہ ایک دن جبکہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سنگریزوں سے بھری چادر سر کے نیچے رکھ کر مسجد میں آرام فرما رہے تھے۔ ان کے کان میں کسی پکارنے والے کی یہ آواز پڑی کہ ہائے عمر ہائے عمر! حضرت عمر رضی اللہ عنہ پریشان ہو کر بیدار ہوئے اور جہاں سے آواز آرہی تھی۔ اس طرف چل دیئے دیکھا کہ ایک دیہاتی شخص اونٹ کی مہارت کھائے کھڑا ہے۔ لوگ اس کے ارد گرد جمع ہیں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو دیکھ کر لوگوں نے کہا یہ ہیں امیر المؤمنین۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اسے مظلوم خیال کرتے ہوئے پوچھا کہ تمہیں کس نے تکلیف دی ہے۔؟ اس شخص نے جواب میں چند اشعار پڑھے جن میں قحط کی شکایت کی تھی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنا دست مبارک اس کے سر پر رکھا۔ پھر ان کی چیخ نکلی ہائے عمر ہائے عمر! کیا تمہیں معلوم ہے یہ شخص کیا کہہ رہا ہے؟ یہ قحط اور خشک سالی کا ذکر کر رہا ہے اور اس کا خیال ہے کہ عمر خود کھاپی رہا ہے اور مسلمان قحط و تنگدستی میں مبتلا ہیں۔ کون ہے جو ان کے پاس کھانے پینے کا سامان کھجور اور ان کی ضرورت کی چیزیں پہنچا دے۔ چنانچہ انصار میں سے دو آدمیوں کو روانہ کیا جن کے ساتھ غذائی سامان اور کھجور سے لدے بہت سارے اونٹ تھے جنہیں لے کر وہ دونوں یمن پہنچے اور سب کچھ تقسیم کر دیا البتہ ایک اونٹ پر تھوڑا سا سامان بیچ گیا وہ انصاری بیان کرتے ہیں کہ واپسی پر جب ہم آ رہے تھے تو ہمارا گزر

ایک ایسے شخص پر سے ہوا جس کی ٹانگیں بھوک سے سکڑ چکی تھیں لیکن اس حال میں بھی وہ کھڑے نماز پڑھ رہا تھا۔ ہمیں دیکھ کر اس نے سلام پھیرا اور پوچھا کیا تمہارے پاس کچھ کھانے کے لئے ہوگا؟ جو کچھ ہمارے پاس بچا تھا ہم نے اس کے سامنے ڈال دیا اور اسے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے بارے میں بتایا اس نے کہا واللہ اگر ہمیں اللہ نے عمر کے سپرد کیا ہے تب تو ہم ہلاک ہو جائیں گے؟ یعنی اللہ ہی بچا تھا۔ اسے اسے سامان کو چھوڑ کر وہ دوبارہ نماز میں مصروف ہوا اور اپنے ہاتھ دعا کے لئے اٹھا دیے اور اس کے اٹھے ہوئے ہاتھوں کے گرنے سے پہلے ہی اللہ تعالیٰ نے بارانِ رحمت نازل فرمادی۔ ☆۱

### مصیبت زدوں کو یاد رکھنا

آپ نے اندازہ لگالیا ہوگا کہ خشک سالی کتنے وسیع علاقے پر پھیلی ہوئی تھی۔ لوگ کس حد تک مفلوک الحال ہو چکے تھے اور کتنی بڑی تعداد مدینہ منورہ میں پناہ گزین ہو چکی تھی لیکن اس سب کچھ کے ہوتے ہوئے دونوں ہاتھ بلا اختیار حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی عظمت کو سلام کرنے اٹھ جاتے ہیں جب ہم یہ دیکھتے ہیں کہ قبائل تو درکنار کسی ایک گھر کو بھی اس دوران بھول نہ پائے ہر مصیبت زدہ ہر وقت ان کے ذہن میں موجود رہتا تھا۔

مؤرخین لکھتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ صائم الدھر تھے۔ رامادہ کے زمانے میں افطار کے وقت روٹی اور روغن زیتون کا ٹرید بنا کر ان کے سامنے پیش کیا جاتا تھا۔ ایک دن ایسا ہوا کہ کئی اونٹ ذبح کیے گئے اور لوگوں کو گوشت کھلایا گیا اور چند اچھی اچھی بوئیاں ان کے لیے رکھی گئیں۔ جب کھانا پیش کیا گیا تو انہوں نے دیکھا کہ کہاں اور کبھی کی اچھی اچھی بوئیاں برتن میں موجود ہیں فرمایا یہ کہاں سے؟ خادم نے عرض کی: امیر المؤمنین یہ ان اونٹوں کی چند بوئیاں ہیں جو ہم نے آج ذبح کئے تھے۔ فرمایا

”بَخَّ بِسَخِّ الْوَالِي أَنَا إِن أَكَلْتُ طَيِّبَهَا وَأَطَعْتُ النَّاسَ  
كَرَادِ نَسَهَا“

ہائے افسوس ہائے افسوس میں بہت برا والی ہوں گا اگر اچھی چیز خود کھالوں اور  
ہڈیاں لوگوں کو کھلا دوں اٹھاؤ یہ برتن کوئی اور کھانا میرے لیے آؤ۔ چنانچہ روٹی اور  
روغن زیتون لایا گیا۔ چنانچہ خود روٹی توڑ توڑ کر شید بنانے لگے۔ پھر فرمایا اے یوسف  
افسوس تمہارے اوپر۔ یہ برتن اٹھا کر قمعغ نامی مقام پر بٹھہرے ہوئے گھرانے کے لوگوں  
کے سامنے رکھ دو۔ کیونکہ تین دن ہوئے میں ان کے پاس نہیں جاسکا ہوں میرا خیال  
ہے۔ ان کے پاس کچھ بھی نہیں ہے۔ ☆

### مریضوں کی عیادت اور اموات کی تدفین

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حسب استطاعت سب لوگوں کا اتنا خیال رکھا لیکن  
اس کے باوجود ان میں بیماری پھوٹ پڑی اور بہت سے لوگ اس کی نذر ہو گئے۔ حضرت  
عمر رضی اللہ عنہ کے غلام اسلم کہتے ہیں کہ موت نے وبائی شکل اختیار کر لی اور میرا خیال  
ہے کہ پناگ زینوں میں سے تقریباً دو تہائی لوگ موت کا شکار ہوئے اور ایک تہائی باقی رہ  
گئے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ خود مریضوں کی عیادت کے لئے تشریف لے جاتے اور  
جب کوئی مر جاتا تو اس کے لیے کفن بھیجتے اور اس کی نماز جنازہ پڑھتے تھے۔ مالک بن  
اوس کہتے ہیں کہ وَكَانَ يَتَعَاهَدُ مَرْضَاهُمْ وَأَكْفَانُ مَنْ مَاتَ مِنْهُمْ لَقَدْ  
رَأَيْتُ الْمَوْتَ وَقَعَ فِيهِمْ حِينَ أَكَلُوا الشُّفْلَ وَكَانَ عُمَرُ يَأْتِي بِنَفْسِهِ  
يُصَلِّي عَلَيْهِمْ لَقَدْ رَأَيْتُهُ صَلَّى عَلَى عَشْرَةِ جَمِيعًا:

یعنی حضرت عمر رضی اللہ عنہ مریضوں کی خبر گیری کیا کرتے تھے۔ مریضوں کے لئے کفن کا بندوبست کرتے تھے۔ میں نے دیکھا کہ گھاس پھوس کھا کر لوگ موت کا شکار ہونے لگے۔ حضرت عمر خود جا کر ان کی نماز جنازہ پڑھاتے اور میں نے تو یہ بھی دیکھا کہ ایک مرتبہ دس آدمیوں کی اجتماعی نماز جنازہ پڑھائی۔ ۱۶۷

### راشن بندی

پہلے یہ بات عرض کی جا چکی ہے کہ جو لوگ خود حاضر ہونے کے قابل ہوتے وہ بذات خود آ کر دسترخوان خلافت پر کھانا کھا لیتے اور جو حاضری سے معذور تھے جیسے خواتین بچے بوڑھے وغیرہ ان کے لیے کھانا گھروں پر بھجوا دیا جاتا تھا اور بعض صورتوں میں تو ہر مہینہ یکمشت ان کا راشن بھجوا دیا جاتا تھا۔ ۱۶۸

یہ سامان لوگوں میں اس طرح تقسیم کیا جاتا تھا کہ بقول محمد حسین بیگل اسے زمانہ جنگ کی تقسیم غذا کے جدید نظام سے تشبیہ دی جاسکتی ہے۔ زیادہ ہوا تو زیادہ تقسیم کر دیا گیا اور کم ہوا تو کم ۱۶۹ راشن کی تقسیم اور لوگوں کی ضرورت پوری کرنے کے لئے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے ذہن میں ایک اور تجویز بھی تھی جس کا اظہار انہوں نے رمادہ کے دوران بھی فرمایا اور رمادہ کے بعد بھی۔ یہ تجویز دراصل مواخات کے اصول پر تیار کی گئی تھی لیکن ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اس پر عمل درآمد کا موقع ہی نہیں آیا اور اللہ تعالیٰ نے باران رحمت کے ذریعے مصیبت نال دی۔ رمادہ کے زمانے میں راشن تقسیم کرتے ہوئے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

۱: ☆ طبقات ابن سعد ج 3. ص 317

عمر فاروق اعظم ص 342

۲: ☆ طبقات ابن سعد ج 3. ص 317

عمر فاروق اعظم ص 341

۳: ☆ عمر فاروق اعظم ص 341



نُطْعِمُ مَا وَجَدْنَا أَنْ نُطْعِمَ فَإِنْ أَعْوَزْنَا جَعَلْنَا مَعَ أَهْلِ كُلِّ بَيْتٍ مِمَّنْ

يَجِدُ عِدَّتَهُمْ مِمَّنْ لَا يَجِدُ إِلَى أَنْ يَأْتِيَ اللَّهُ بِالْحَيَا. ☆ ۱

جو کچھ ہمارے پاس موجود ہے وہ تو ہم کھلا دیں گے۔ پھر اگر ہم نے کسی محسوس کی تو کچھ رکھنے والے ہر گھرانے کے ساتھ ان کی تعداد کے برابر ایسے لوگ شامل کر دیں گے جو کچھ نہیں رکھتے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ بارش نازل کر دے۔

مطلب یہ کہ اگر کسی گھرانے میں چار افراد ہیں اور ان کے پاس گزراہ چلانے کے لئے غذائی مواد موجود ہو جبکہ حکومت کے پاس کچھ باقی نہ ہو تو ایسے گھرانے کے ساتھ پناہ گریزوں میں سے چار افراد شامل کر دیں گے اور وہ آپس میں آدھا آدھا بانٹ لیں گے اور دونوں بچ جائیں گے کیونکہ آدھا پیٹ کھانے سے کوئی بھی ہلاک نہ ہوگا۔ ایک اور روایت کے مطابق حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

لَوْ لَمْ أَجِدِ لِلنَّاسِ مِنَ الْمَالِ مَا يَسْعُهُمْ إِلَّا أَنْ أُدْخِلَ عَلَى كُلِّ أَهْلِ بَيْتٍ عِدَّتَهُمْ فَلَقَدْ سَمِعُوهُمْ أَنْصَافَ بُطُونِهِمْ حَتَّى يَأْتِيَ اللَّهُ بِحَيَا فَعَلْتُ لِإِنَّهُمْ

لَنْ يَهْلِكُوا عَنْ أَنْصَافِ بُطُونِهِمْ: ☆ ۲

اگر میرے پاس لوگوں کو دینے کے لئے کافی مال نہ ہو اور ہر گھرانے کے ساتھ ان کی اپنی تعداد کے برابر دوسرے لوگ شامل کرنا پڑیں جو کہ آپس میں آدھا پیٹ بانٹ لیں تو میں یہ بھی کر دوں گا یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ بارش نازل کر دے۔ کیونکہ آدھا پیٹ بانٹنے سے وہ ہلاک نہ ہوں گے۔ جبکہ ایک اور روایت کے مطابق حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس رائے کا اظہار بارش کے نزول کے بعد کیا۔ ☆ ۳

☆ ۱: طبقات ابن سعد ج 3. ص 316

☆ ۲: طبقات ابن سعد ج 3. ص 316

☆ ۳: طبقات ابن سعد ج 3. ص 316

ابن الجوزی کی روایت کے مطابق انہوں نے بارش کے نزول کے بعد فرمایا کہ شکر ہے بارش ہوئی اگر اللہ تعالیٰ اس مصیبت کو دور نہ فرماتے تو میں وسعت رکھنے والے ہر گھرانے کے افراد کی تعداد کے مطابق فقراء ان کے ساتھ شامل کر دیتا کیونکہ جس طعام پر ایک آدمی زندہ رہ سکتا ہے اگر وہ دو آدمیوں میں تقسیم کر دیا جائے تو دونوں ہلاک نہ ہونگے۔ ☆۱

### دفاعی صورتحال

گزشتہ صفحات سے یہ بات بخوبی واضح ہوتی ہے کہ پورا حجاز اس قحط کی لپیٹ میں تھا۔ مکہ مدینہ سے لیکر شام، عراق اور یمن کی سرحدوں تک ہر شخص متاثر تھا۔ لیکن بہتر حکمت عملی کی وجہ سے دشمنان اسلام کو یہ موقع ہی نہ ملا کہ وہ اس صورتحال سے فائدہ اٹھاسکیں۔

جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ جزیرۃ العرب کے قحط زدہ عوام کی امداد میں مصروف تھے۔ اسی دوران انہوں نے اپنے فوجی کمانڈروں کو سخت احکام جاری کر دیئے تھے کہ جب تک وہ اپنی مدافعت پر مجبور نہ ہو جائیں دشمن سے جنگ نہ کریں۔ ☆۲

یہی وجہ ہے کہ ایک طرف وہ اپنی پوری توجہ مصیبت زدہ عوام کی مدد پر مرکوز کر سکے تو دوسری جانب عوام بھی دشمن کے خطرات سے مامون رہے جبکہ تیسری جانب اسلامی فوج بھی کسی ممکنہ نقصان سے محفوظ رہی۔ دشمن کے لئے یہ ایک نادر موقع تھا۔ لیکن امیر المؤمنین کی فراست نے دشمن کو اس صورت حال سے فائدہ اٹھانے کا موقع ہی نہیں دیا۔

## سنت فاروقی

جن اقدامات کا ہم اوپر ذکر کر آئے ان کو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی ذات سے علیحدہ نہیں کیا جاسکتا۔ تاہم بادی النظر میں یہ وہ انتظامی اقدامات ہیں جن کا زیادہ تعلق حکومتی مشینری کے ساتھ ہے۔ لیکن رمادہ کے دوران حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بہت سارے ایسے اقدامات اٹھائے جن کا تعلق ان کی ذات سے تھا۔ ان اقدامات پر سرسری نظر ڈالنے سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ ماضی کی طرح اس موقع پر بھی انہوں نے اپنے مزاج کے عین موافق رخصت کو چھوڑ کر عزیمت اختیار کی۔ اگرچہ شرعاً وہ اس بات کے مکلف نہ تھے تاہم عزیمت چھوڑ کر رخصت پر عمل کرنا ان کی نظر میں ایک مثالی قائد کے شایان شان نہ تھا۔ بلکہ ان کی فاروقیت تو اس وقت اور بھی نمایاں ہو جاتی ہے جب ہم دیکھتے ہیں کہ رمادہ کے دوران انہوں نے اپنے اہل و عیال اور بچوں کے معاملے میں بھی عزیمت اختیار کی۔ انتظامی صلاحیتوں کے ساتھ عزیمت کے میدان میں بھی کوئی اور شخص ان کا مقابلہ نہیں کر سکتا۔ اسی امتیازی وصف کی وجہ سے عزیمت پر مبنی ان کے بعض ذاتی اقدامات کو ہم یہاں سنت فاروقی کے عنوان سے ذکر کرتے ہیں۔

## گھمی سے پرہیز

خوراک کے سلسلے میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی عادت یہ تھی کہ دودھ اور گھی میں روٹی ڈال کر کھایا کرتے تھے۔ جب قحط شروع ہوا تو پھر روغن زیتون اور سرس کے میں روٹی بھگو کر تناول فرمایا کرتے تھے۔ ۱۶۱

زید بن اسلم اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ: لوگ قحط سالی کا شکار ہوئے تو

گھی کی قیمت بڑھ گئی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ عموماً گھی استعمال کرتے تھے۔ لیکن جب قلت پیدا ہوئی تو فرمایا: "لَا أَكُلُهُ حَتَّى يَأْكُلَهُ النَّاسُ" جب تک لوگوں کو کھانے کے لئے نہیں ملتا میں بھی نہیں کھاؤں گا۔ ☆ اس کا فوری سبب غالباً وہ واقعہ تھا جسے ابن سعد رحمہ اللہ نے طبقات میں ذکر کیا ہے۔ لکھتے ہیں کہ رمادہ کے سال حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے سامنے گھی میں چوری کی ہوئی روٹی پیش کی گئی۔ آپ نے ایک بدوی کو بھی شریک طعام ہونے کے لئے کہا چنانچہ بدوی کھانے میں شریک ہوا اور جس طرف گھی تھا وہ بدوی اُس طرف سے لقمے لینے لگا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: لگتا ہے تم نے کبھی گھی نہیں کھایا۔ اُس شخص نے جواب دیا ہاں میں نے فلاں فلاں دن سے آج تک نہ تو گھی یا تیل خود کھایا ہے نہ کسی اور کو کھاتے دیکھا ہے۔۔۔؟ یہ سن کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے قسم کھائی کہ جب تک لوگ قحط میں مبتلا ہیں وہ گھی اور گوشت کو ہاتھ نہیں لگائیں گے۔ ☆

حکیمی بن سعد روایت کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی اہلیہ نے ان کے لئے گھی کا ایک کنستر ساٹھ درہم میں خریدا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے پوچھا: یہ کیا ہے؟ انہوں نے جواب دیا یہ میرے مال میں سے خریدا گیا ہے۔ تمہارے دیئے گئے نفقہ سے نہیں۔ یہ سن کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

مَا آتَا بِذَلِكَهُ حَتَّى يَحْيِيَ النَّاسُ یعنی جب تک لوگ بارانِ رحمت سے فیضیاب نہیں ہوتے میں اسے پکھننے والا نہیں۔ ☆

☆ ۱: طبقات ابن سعد ج 3، ص 313

☆ ۲: طبقات ابن سعد ج 3، ص 313

☆ ۳: مناقب عمر رضی اللہ عنہ ص 72

## گوشت سے پرہیز

زید بن اسلم اپنے والد کے حوالے سے کہتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے رمادہ کے سال گوشت کو اپنے اوپر حرام کر دیا تھا۔ جب تک کہ لوگوں کو نہ ملے۔ ایک اور روایت سے پتہ چلتا ہے کہ وہ اپنے اس عزم پر قائم رہے۔ (لَمْ يَأْكُلْ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ سَمْنًا وَلَا سَمِينًا حَتَّى أَحْيَا النَّاسُ) یعنی عمر بن الخطاب نے نہ تو کھی کھایا نہ گوشت یہاں تک کہ بارش ہوئی۔ ☆۱

## دوسالان ایک ساتھ دستر خوان پر نہیں کھانے۔

قحط کے زمانے میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کبھی ایک دستر خوان پر دو سالان نہیں کھائے وہ اسے عیاشی سمجھتے رہے کیونکہ یہ چیزیں اس طرح دوسرے لوگوں کو میسر نہ تھیں۔ ایک دفعہ ان کے سامنے گوشت پیش کیا گیا جس میں گھی بھی تھا۔ انہوں نے دونوں کے کھانے سے انکار کر دیا اور فرمایا کہ ”كُلُّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا أَذْمُ“ ان دونوں میں سے ہر ایک (بجائے خود) ایک (مستقل) سالن ہے۔

ابو حازم نقل کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اپنی صاحبزادی ام المؤمنین حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کے گھر تشریف لے گئے تو انہوں نے ٹھنڈا شوربا اور روٹی پیش کی اور شوربے میں تیل بھی ڈال دیا۔ یہ دیکھ کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ ”أَذْمَانِ فِي إِيَّائِهِ وَاحِدٌ“ دوسالان ایک ہی برتن میں!!! ”لَا أَذْوَفُهُ حَتَّى أَلْقَى اللَّهَ“ میں اسے نہ چکھوں گا یہاں تک کہ اپنے اللہ کے سامنے پیش ہو جاؤں۔ ☆۲

☆۱: طبقات ابن سعد ج 3. ص 313

☆۲: طبقات ابن سعد ج 3. ص 319

## چھٹا ہوا آنا نہیں کھایا

قط کے زمانے میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی یہ کوشش رہی کہ موٹا پیا ہوا آٹا کھائیں اور چھپے ہوئے آٹے سے گریز کرتے رہے۔ بلکہ خادم کو ہدایات دے رکھی تھیں کہ آٹا نہ چھانا جائے یا ربن عیمر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ”وَاللّٰهُ مَا نَخْلُتْ لِعَمَرَ الدَّقِيقِ قَطُّ إِلَّا وَأَنَا لَهُ عَاصٍ“ واللہ! میں نے جب کبھی عمر کے لئے آٹا چھانا تو میں نے اس معاملے میں ان کی ہدایات کی خلاف ورزی کی۔ ☆۱

## شہد کا شربت

قط کے زمانے میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کھانے کے معاملے میں تو احتیاط کرتے ہی رہے۔ گھی، گوشت الگ الگ یا ایک ساتھ کبھی نہیں کھایا۔ نہ اپنے گھر میں نہ اپنی صاحبزادی کے گھر میں لیکن اس سے بھی بڑھ کر حیران کن بات یہ ہے کہ ایک مرتبہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو سخت پیاس لگی ایک شخص کے گھر میں اسی حالت میں داخل ہو کر اُس سے پانی مانگا تو انہوں نے شہد پیش کیا۔ آپ نے فرمایا ”وَاللّٰهُ لَا يَكُونُ فِيمَا أَحَاسَبُ بِهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ“

امید ہے قیامت کے روز جن چیزوں پر میرا محاسب ہوگا یہ اُن میں شامل نہیں ہوگا۔ ☆۲

## ردی کھجوریں

رمادہ کے واقعات کے ضمن میں ابن سعد نے تین روایتیں ایسی نقل کی ہیں جن سے ظاہر ہوتا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بے کار اور ردی کھجوریں کھانے میں بھی عار محسوس نہیں کی۔ اس سے اگر ایک جانب قط کی شدت کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے تو دوسری

طرف حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی قناعت اور تواضع کا نظارہ بھی کیا جاسکتا ہے۔ کھجوروں کے وطن میں بیٹھ کر کوئی ردی کھجوریں کھائے اور وہ بھی امیر المؤمنین۔ بائیس لاکھ مربع میل کا حکمران۔ !! ☆۱

## ٹڈی کی خواہش

قُط اور خُشک سالی جیسے حالات کا سامنا بہت سے ملکوں کو کرنا پڑتا ہے لیکن عموماً نچلے یا متوسط طبقے کے لوگ اس سے متاثر ہوتے ہیں اشرافیہ اور حکمران طبقہ شاذ و نادر ہی متاثر ہوتا ہے۔ یا تو اپنے مال و دولت کی وجہ سے اور یا اثر و رسوخ اور حکومت کی وجہ سے۔ جب ہم رمادہ پر نظر ڈالتے ہیں تو حاکم و محکوم دونوں متاثر ہوئے اور دونوں میں کوئی فرق نظر نہیں آیا حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ میں نے (اپنے والد) حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کو دیکھا کہ ان کے منہ سے پانی ٹپک رہا ہے میں نے عرض کی کہ آپ کا کیا حال ہے؟ تو فرمایا: بھنے ہوئے ٹڈی کی خواہش ہے۔ ایک اور روایت کے مطابق آپ کی مجلس میں کسی نے ذکر کیا کہ رُبْدَة (نامی مقام) میں ٹڈی موجود ہے یہ سن کر آپ نے فرمایا میرا دل چاہتا ہے کہ ٹڈی کی ایک دو ٹوکریاں ہمارے پاس ہوں تو ہم بھی کھا سکیں۔

اس خواہش کی شدت کا اندازہ یوں بھی لگایا جاسکتا ہے کہ ایک مرتبہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے برسرِ منبر اس کا ذکر کیا اور فرمایا: کاش ہمارے پاس ٹڈی بھرے ایک یادو ٹوکریاں ہوتے اور ہم بھی اس میں سے کچھ کھا لیتے۔ ☆۲

## قصر خلافت کا دسترخوان

مؤرخین نے لکھا ہے کہ رمادہ کے دوران حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کبھی گھر

☆: طبقات ابن سعد ج 3. ص 318

☆: طبقات ابن سعد ج 3. ص 318-317

کے اندر بھی کوئی پسندیدہ کھانا تناول نہیں کیا اس دوران آپ ہمیشہ وہی کھانا تناول فرماتے جو عام لوگوں کے لئے میسر تھا۔ چنانچہ بعض روایات میں نقل کیا گیا ہے کہ: **وَمَا أَكَلَ عُمَرُ فِي بَيْتِ أَحَدٍ مِّنْ وَلَدِهِ وَلَا بَيْتِ أَحَدٍ مِّنْ نِّسَائِهِ ذَوْاقًا زَمَانَ الرَّمَادَةِ إِلَّا مَا يَتَعَشَّىٰ مَعَ النَّاسِ** ۱☆

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے رمادہ کے زمانے میں نہ تو اپنے بیٹوں میں سے کسی کے گھر اور نہ ہی اپنی بیویوں میں سے کسی کے گھر کوئی پسندیدہ کھانا تناول فرمایا سوائے اس کھانے کے جو وہ رات کے وقت عام لوگوں کے ساتھ مل کر کھاتے تھے۔

ابھی چند صفحات پہلے یحییٰ بن سعد کی یہ روایت گزر چکی ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی اہلیہ نے ان کے لئے گھی کا ایک کنستر ساٹھ درہم میں خریدا جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی نظر اس پر پڑی تو پوچھا: یہ کیا ہے؟ انہوں نے جواب دیا: یہ میرے مال میں سے ہے۔ تمہاری طرف سے دیئے گئے نفقہ میں سے نہیں۔ یہ سن کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: جب تک لوگ بارش سے فیض یاب نہیں ہوتے۔ میں اسے پچھنے والا نہیں۔

”مَا أَنَا بِذَائِقَةٍ حَتَّىٰ يَحْيَا النَّاسُ“ ۲☆

### عوام کے ساتھ بیٹھ کر کھانا

قط کے دوران لوگوں کو تسلی دینے اور اُن میں صبر کا مادہ پیدا کرنے اور ان کا حوصلہ بڑھانے کی خاطر انہوں نے یہ طریقہ اختیار کیا کہ عام لوگوں کے ساتھ ایک ہی دسترخوان پر بیٹھتے اور وہی کھانا تناول فرماتے جو عام لوگ کھاتے (وَسَكَانَ عُمَرُ يَأْكُلُ مَعَ الْقَوْمِ كَمَا يَأْكُلُونَ) ۳☆

یعنی حضرت عمر رضی اللہ عنہ لوگوں کے ساتھ مل کر انہی کی طرح کھاتے۔

۱:☆ طبقات ابن سعد ج 3. ص 317

۲:☆ مناقب عمر ص 72

۳:☆ طبقات ابن سعد ج 3. ص 312

عمر فاروق اعظم ص 341



## پیٹ گڑگڑانا

حضرت عمر رضی اللہ عنہ سندھ مادہ کے زمانے میں جس قسم کی غذا کا استعمال شروع کیا وہ ان کے مزاج کے موافق نہ تھا۔ اس لئے اس کے اندرونی و خارجی اثرات ان کی صحت پر مرتب ہونا شروع ہوئے اور یہ اثرات اتنے واضح تھے کہ دیکھنے اور پاس بیٹھنے والوں نے بھی محسوس کئے۔

رماہ کے زمانے میں انہوں نے اپنے لئے کھی کو ممنوع قرار دیا تھا اور روغن زیتون پر گزارہ کرتے تھے جس کی وجہ سے پیٹ سے گڑگڑاہٹ سنائی دیتی تھی۔ آپ نے انگلی سے پیٹ کو دبایا اور پیٹ کو مخاطب کرتے ہوئے فرمانے لگے۔ خوب گڑگڑاؤ ہمارے پاس تمہارے لئے اس کے علاوہ کوئی اور چیز ہے ہی نہیں جب تک کہ لوگوں سے یہ مصیبت مل نہیں جاتی۔ ۱۶۷

ایک اور موقع پر اپنے پیٹ کو مخاطب کر کے فرمایا: اے پیٹ جب تک کھی چاندی کے مول بکتا رہے گا تجھے اسی تیل کی عادت ڈالنی پڑے گی۔ آپ کے غلام اسلم کہتے ہیں کہ لوگ جب قحط کا شکار ہوئے تو کھی مہنگا ہو گیا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کھی کھایا کرتے تھے جب اس کی قلت پیدا ہوئی تو فرمایا (لَا أَكُلُهُ حَتَّى يَأْكُلَهُ النَّاسُ) جب تک لوگوں کو کھانے کے لئے کھی نہیں ملے گا میں بھی نہیں کھاؤں گا۔ چنانچہ زیتون کا تیل استعمال کرنے لگے اور فرمایا: اے اسلم! اس کو آگ پر گرم کر کے اس کی جدت ختم کر دو۔ چنانچہ میں ان کے لئے تیل پکایا کرتا تھا اور وہ استعمال فرماتے۔ لیکن پیٹ میں گڑگڑاہٹ ہوتی۔ آپ فرماتے: اے پیٹ خوب گڑگڑا اللہ کی قسم تمہیں کھی اس وقت تک نہیں مل سکتا جب تک عام لوگ کھانہ لیں۔ ۲۶۷

۱: ۱۶۷ الزہد ص 146

۲: ۱۶۷ طبقات ابن سعد ج ۳، ص 313

الزہد: ص 150

## رنگ بدل گیا

قطہ اور عزیمت پر مبنی اس کردار نے جلد ہی امیر المؤمنین کی صحت کو متاثر کرنا شروع کیا اور ہوتے ہوتے یہ اثرات اتنے واضح انداز میں ظاہر ہوئے کہ دوسرے لوگ بھی ان کا مشاہدہ کرنے لگے امام ابن کثیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ فَاَسْوَدَ لَوْنُ عَمْرِو بْنِ عَبْدِ اللَّهِ عَنْهُ وَتَغَيَّرَ جِسْمُهُ ۱☆

یعنی حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا رنگ سیاہ پڑ گیا اور جسم کمزور ہونے لگا۔ ابن سعد کی روایت کے مطابق حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا رنگ گندمی تھا۔ البتہ رمادہ کے سال میں دیکھا گیا کہ تیل کھانے سے ان کا رنگ متغیر ہوا۔

ایک اور روایت کے مطابق عیاض بن خلیفہ کہتے ہیں کہ رمادہ کے سال میں نے دیکھا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا رنگ سیاہ پڑ گیا ہے حالانکہ پہلے ان کا رنگ سفید تھا۔ ان سے پوچھا جاتا کہ یہ کس وجہ سے ہے؟ تو آپ فرماتے کہ عمر ایک عربی شخص تھا۔ کبھی اور دودھ استعمال کیا کرتا تھا جب لوگ قحط کا شکار ہوئے تو اس نے یہ دونوں چیزیں اپنے اوپر حرام کر دیں۔ جس کی وجہ سے اس کا رنگ بدل گیا اس نے فاقے شروع کر دیئے اور یہ سلسلہ بڑھتا گیا۔ ۲☆

خود حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی اولاد میں سے بعضوں کا کہنا ہے کہ ہم نے اپنے بزرگوں سے سنا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا رنگ سفید تھا۔ جب رمادہ کا سال آیا جو کہ بھوک کا سال تھا۔ تو انہوں نے گوشت اور گھی چھوڑ کر مسلسل روغن زیتون استعمال کرنا شروع کیا۔ جس سے ان کا رنگ بدل گیا۔ وہ سرخ و سفید تھے۔ لیکن اب سیاہ لاغر ہو گئے۔ ۳☆

۱☆ البدایہ والنہایہ ج 7. ص 103

۲☆ طبقات ابن سعد ج ۳. ص 314-324

۳☆ الاصابہ فی تمییز الصحابہ ج 4. ص 484

امام ابن کثیر رحمہ اللہ نے تصریح کی ہے۔ کہ رمادہ کے ایام میں اس غذا سے وہ سیر نہیں ہوتے تھے ☆۱:

## زندگی خطرے میں پڑگئی

یہاں یہ تھوڑا کر لینا بالکل غلط ہوگا کہ تبدیلی صرف ان کے رنگ تک محدود تھی۔ بلکہ اکثر مؤرخین نے تصریح کی ہے کہ ان کی صحت مسلسل گر رہی تھی اور اگر قحط کا یہ سلسلہ جاری رہتا تو شاید امیر المؤمنین رضی اللہ عنہ اپنی جان سے ہاتھ دھو بیٹھتے۔

اسامہ بن زید بن اسلم اپنے دادا اسلم کے حوالے سے روایت کرتے ہیں کہ (كُنَّا نَقُولُ لَوْكُم يَرْفَعُ اللَّهُ الْمَحَلَّ عَامَ الرَّمَادَةِ لَطَنَّا أَنْ عُمْرُ يَمُوتَ هَمًّا بِأَمْرِ الْمُسْلِمِينَ) یعنی رمادہ کے سال ہم آپس میں کہا کرتے تھے کہ اگر اللہ تعالیٰ نے یہ قحط ختم نہ کیا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ یقیناً مسلمانوں کے غم میں اپنی جان سے ہاتھ دھو بیٹھیں گے۔ ☆۲

## سواری چھوڑ دی

بات صرف کھانے پینے کے معاملے میں عزیمت تک محدود نہ تھی بلکہ اب تو زندگی کے ہر معاملے میں وہ عزیمت کی انتہائی حدوں کے قریب پہنچ گئے تھے۔ یہ کہنا ہرگز مبالغہ نہ ہوگا کہ قحط نے سب سے زیادہ امیر المؤمنین رضی اللہ عنہ کو متاثر کیا۔ تاریخ کے مطالعے سے پتہ چلتا ہے کہ رمادہ کے ایام میں وہ ہر چھوٹے بڑے واقعے بلکہ معمول کی چیزوں کا بھی غیر معمولی انداز میں جائزہ لیا کرتے تھے اور جو بھی قدم اٹھانا ہوتا تھا اس کا آغاز اپنی ذات سے کرتے تھے۔

☆۱: البدایہ والنہایہ ج 7. ص 103

☆۲: طبقات ابن سعد ج 3. ص 315

البدایہ والنہایہ ج 7. ص 103

مناقب عمر ص 71

عمر فاروق اعظم ص 339

سائب بن یزید نقل کرتے ہیں کہ رمادہ کے سال حضرت عمر رضی اللہ عنہ ایک سواری پر سوار تھے جانور نے لید کی جس میں جو کے دانے تھے۔ اسے دیکھ کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرمانے لگے ”الْمُسْلِمُونَ يَمُوتُونَ هَذَا وَهَذِهِ الدَّابَّةُ تَأْكُلُ الشَّعِيرَ لَا وَاللَّهِ لَا أَرَى كِبَهَا حَتَّى يَحْيَا النَّاسُ“ ۱۶۶

مسلمان بھوکوں مر رہے ہیں اور یہ جانور جو کھا رہا ہے۔ نہیں اللہ کی قسم جب تک لوگ بارش سے فیض یاب نہیں ہوتے میں اس جانور پر سواری نہیں کروں گا۔

### خليفة وقت کا لباس:

قط کی شدت امیر المؤمنین رضی اللہ عنہ کے لباس پر بھی اثر انداز ہوئی۔ سائب ابن یزید فرماتے ہیں کہ رمادہ کے سال میں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے جسم پر تہبند دیکھا جس میں سولہ پیوند لگے ہوئے تھے۔۔۔۔۔۔ اور اس حال میں بھی وہ یہ دعا فرما رہے تھے (اللَّهُمَّ لَا تَجْعَلْ هَلَكَةَ أُمَّةٍ مُحَمَّدٍ عَلَى رَجُلٍ) ۲۶۷

اللی میری وجہ سے محمد ﷺ کی امت کو ہلاک نہ فرما۔

### صاحبزادگان (خانوادہ خلافت)

امیر المؤمنین عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے جو عزیمت اختیار کی۔ وہ صرف ان کی ذات تک محدود نہ تھی بلکہ ان کے اہل و عیال کو بھی عزیمت کے اس امتحان سے گزرنا پڑا۔ اس سلسلے میں بطور مثال دو واقعات پیش کرنے پر اکتفا کروں گا۔

امیر المؤمنین حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے خادم خاص اسلم کا کہنا ہے کہ: رمادہ کے سال حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عام لوگوں کو گوشت ملنے تک اُسے اپنے اوپر حرام کر دیا تھا۔ ان کے صاحبزادے عبید اللہ کے پاس بھیڑیا بکری کا بچہ تھا۔ جسے ذبح کرنے کے

☆۱: طبقات ابن سعد ج 3. ص 312

الزهد ص 156

☆۲: طبقات ابن سعد ج 3. ص 320

بعد بھوننے کے لئے تور میں رکھا گیا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو اس کی خوشبو محسوس ہوئی وہ اس وقت اپنے ساتھیوں کے ساتھ تشریف فرما تھے۔ فرمانے لگے۔ میرا خیال نہیں کہ میرے گھر میں کوئی شخص یہ حرکت کرے گا۔ جا کر دیکھ آؤ۔ میں نے جا کر دیکھا تو اس (جانور) کو تور میں پایا۔ عبید اللہ کہنے لگے: میرا پردہ رکھو اللہ تعالیٰ تمہاری پردہ پوشی فرمائیں گے۔ اسلم نے کہا: کہ امیر المؤمنین نے یہ جانتے ہوئے ہی مجھے بھیجا تھا کہ میں ان کے سامنے جھوٹ نہیں بولوں گا۔ اس کے بعد انہوں نے وہ ذبیحہ تور سے نکلوا یا اور لا کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے سامنے یہ کہتے ہوئے رکھ دیا کہ انہیں اس کا علم نہیں تھا۔ عبید اللہ نے بتایا: کہ یہ بچہ درحقیقت ان کے بیٹے کا تھا۔ پھر میں نے خریدا۔ مجھے گوشت کی خواہش ہوتی تو میں نے ذبح کر دیا۔ ☆۱

عیسیٰ بن عمر کہتے ہیں کہ رماہہ کے سال حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے بچوں میں سے کسی کے ہاتھ میں خر بوزہ دیکھا تو فرمایا: واہ واہ امیر المؤمنین (رضی اللہ عنہ) کے صاحبزادے! محمد ﷺ کی امت تو بھوک سے نڈھال ہو رہی ہے اور تم پھل کھا رہے ہو؟ یہ سن کر بچہ بھاگ نکلا اور رونے لگا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اس وقت مطمئن ہوئے جب انہیں بتایا گیا کہ: یہ خر بوزہ اس بچے نے مٹھی بھر گٹھلیوں کے عوض خریدا تھا۔ ☆۲

### **بیویوں سے کنارہ کشی**

ویسے تو رماہہ کے دوران امیر المؤمنین رضی اللہ عنہ کا مکمل کردار عدیم المثال ہے لیکن جو واقعہ بیان کیا جا رہا ہے اس کی مثال شاید انسانی تاریخ آئندہ زمانے میں بھی پیش نہ کر سکے۔

☆۱: طبقات ابن سعد ج 3، ص 313

☆۲: طبقات ابن سعد ج 3، ص 315

صفیہ بنت ابی عبید نقل کرتی ہیں کہ: حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے گھر کی بعض خواتین نے مجھے بتایا کہ رمادہ کے زمانے میں غم اور پریشانی کی وجہ سے حضرت عمر اپنی کسی بیوی کے قریب نہیں گئے۔ ۱۶۷

### خود سامان اٹھانا اور کھانا پکانا

اس عظیم آزمائش کے دوران حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ریاستی مشینری کو تو متحرک کر ہی دیا تھا لیکن خود بھی اس دوران ایک عام مزدور کی طرح بلکہ مزدور سے بڑھ کر کام کیا۔ بجائے اس کے کہ متاثرین قحط کو اپنے پاس ہلاتے خود انکے پاس چل کر تشریف لے جاتے۔ ان کے کندھوں پر بوریاں لادنے کی بجائے خود اٹھا کر لے جاتے رہے اور باورچی بن کر فاقہ زدوں کے لئے کھانا پکاتے رہے۔ صحابی رسول حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ ایسا ہی ایک واقعہ نقل فرماتے ہیں۔ لیجئے آپ بھی ملاحظہ فرمائیں۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ابن حنظلہ (حنظلہ عمر کی والدہ کا نام) پر رحم فرمائے۔ رمادہ کے سال میں نے دیکھا کہ ہاتھ میں گھی کا برتن اور پشت پر دو بوریاں لادے جا رہے ہیں۔ وہ اور اسلم اپنی اپنی باری لے رہے ہیں۔ مجھے دیکھ کر انہوں نے فرمایا ابو ہریرہ کہاں سے آرہے ہو؟ میں نے عرض کیا یہاں قریب ہی سے پھر میں نے بھی ان کی مدد کی حتیٰ کہ ہم صرار (جگہ کا نام) پہنچے۔ وہاں تقریباً بیس گھرانوں پر مشتمل ایک گروہ تھا۔ جن کا تعلق محارب (قبیلہ) سے تھا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے پوچھا تم لوگ کیسے یہاں آئے۔ انہوں نے کہا مصیبت کی وجہ سے اس کے بعد انہوں جانور کا بھنا ہوا چمڑا ہمارے سامنے نکال کر رکھا۔ جسے وہ کھایا کرتے تھے اور اس کے ساتھ پسلی ہوئی ہڈیوں کا سفوف پھانک لیا کرتے تھے۔ میں نے دیکھا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنی چادر پھینک دی اور تہ بند کس لیا اور ان کے لیے کھانا پکاتے

رہے یہاں تک کہ وہ سب سیر ہو گئے۔ پھر اسلم کو مدینہ منورہ کی طرف بھیجا وہ وہاں سے اونٹ لے کر آ گئے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان سب کو اونٹوں پر سوار کر کر ”جہانہ“ نامی مقام میں بسایا ان کو کپڑے مہیا کیے۔ اس کے بعد بھی وہ کبھی کبھی ان کی اور دوسرے لوگوں کی خبر گیری کیلئے تشریف لے جایا کرتے تھے۔ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے وہ مصیبت دور فرمادی ☆۱

### **پکانے کی تربیت دینا**

رمادۃ کے زمانے میں ایک مرتبہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ ایک عورت کے پاس سے گزرے جو کہ عصیدۃ پکاری تھی (عصیدہ ایک قسم کا کھانا جو کہ گھی اور آٹا ملا کر پکایا جاتا ہے۔ ☆۲) آپ نے فرمایا۔ عصیدہ ایسے نہیں بنایا جاتا۔ پھر مسوط اپنے ہاتھ میں لیا (مسوط لکڑی وغیرہ کی کوئی چیز جس کے ذریعے کسی چیز کو کسی دوسری چیز میں مخلوط کیا جائے۔ ☆۳) اور اس کو سمجھا کر فرمایا: ایسے

ہشام بن خالد کہتے ہیں کہ میں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو فرماتے ہوئے سنا کہ جب تک پانی خوب گرم نہ ہو جائے تم خواتین میں سے کوئی اس میں آٹا نہ ڈالے پھر پانی گرم ہو جانے کے بعد تھوڑا تھوڑا کر کے آٹا اس میں ڈالا جائے اور مسوط کے ذریعے اس کو ہلاتی جائے اس طرح کھانا زیادہ گاڑا ہوگا اور آٹے کے ٹکڑے بھی نہیں جمیں گے۔ ☆۴

### **نماز استسقاء اور باران رحمت کا نزول**

رزم ہو یا بزم، بھوک ہو یا بیماری، ہر حالت میں باب رحمت کی کشادگی کے لئے

☆۱: طبقات ابن سعد ج 3. ص 314

تاریخ الطبری ج 4. ص 212

☆۲: مصباح اللغات ص 555

☆۳: مصباح اللغات ص 406

☆۴: طبقات ابن سعد ج 3. ص 314

تاریخ الطبری ج 4. ص 212

مسلمانوں کی نظریں نبی کریم ﷺ کی طرف ہی اٹھتی تھیں: استشفاء واستشفاء کے لئے مسلمانوں نے ہمیشہ نبی کریم ﷺ کی خدمت میں التجا کی۔ بلکہ عہد نبوی میں جب ایک مرتبہ خشک سالی ہوئی تو کفار نے بھی بارگاہ نبوت میں دعا کے لئے درخواست کی۔ بھوک بیماری اور مشکلات انسانی زندگی کا لازمہ ہیں۔ اس لئے نبی کریم ﷺ نے امت کو ایسے طریقے سکھائے جن پر عمل کر کے کسی بھی زمانے میں وہ رحمت الہی کے سزاوار ہو سکتے ہیں چنانچہ استشفاء استشفاء بالقرآن والسنہ اور استخارہ اسلامی تعلیمات کا جزو لاینفک ہیں۔ اگر اخلاص ہو تو یہ نسخے آج بھی اسی طرح مؤثر ہیں جیسے آج سے چودہ سو برس قبل تھے۔

بارش نہ ہونے کے اسباب تو بے شمار ہو سکتے ہیں لیکن باران رحمت کے نزول و حصول کے لئے اسلام نے مسلمانوں کو ایک ہی طریقہ سکھایا ہے اور وہ ہے گناہوں سے بچنا تو بہ کر کے مغفرت طلب کرتے ہوئے بارگاہ الہی میں نماز و دعا کے ذریعے التجا کرنا قرآنی تصریحات اور مصطفوی تصدیقات کے مطابق یہ نسخہ حضرت نوح علیہ السلام کے وقت سے لے کر آج تک مجرب ہے۔

انسانی زندگی اور اس کائنات کے اندر تدبیر و تقدیر کی کشمکش ازل سے جاری ہے اور تا قیامت ساری رہے گی۔ اللہ تعالیٰ کی رحمت سے کبھی دونوں میں توافق پیدا ہوتا ہے تو کبھی اس کی مشیت سے مخالف وجود میں آتا ہے۔ مخالف و متخالف کے اوقات اگرچہ انسان سے پوشیدہ رکھے جاتے ہیں تاہم بندہ مومن کا کمال یہ ہے کہ تقدیر پر کامل ایمان رکھتے ہوئے تدبیر کا دامن ہاتھ سے جانے نہیں دیا کرتا۔ یہی وجہ ہے کہ بسا اوقات بندہ مومن بقول علامہ اقبال اسیر تقدیر بننے کی بجائے تقدیر شکن بن جاتا ہے۔

تقدیر شکن قوت باقی ہے ابھی اس میں ناداں جسے کہتے ہیں تقدیر کا زندانی



لیکن جب اللہ تعالیٰ کسی چیز کے بارے میں حقیقی فیصلہ فرما لیتے ہیں تو بسا اوقات انسان کے ذہن و قلب سے تدبیر کا خیال ہی نکل جاتا ہے۔ اس کے اندر بھی ہزار حکمتیں اور مصلحتیں پوشیدہ ہوتی ہیں۔ رمادہ کے آغاز میں ہی اگر مسلمان نماز استسقاء ادا کرتے اور بارش ہو جاتی تو شاید مسلمان اس ابتلاء کو معمولی آزمائش سمجھ بیٹھتے۔ اس دوران انہوں نے بارگاہ رب العزت میں جس گریہ و زاری کا اظہار کیا شاید وہ نہ کر پاتے اور نماز استسقاء پر ان کے مستحکم ایمان کو جو استحکام مزید حاصل ہوا شاید وہ اس سے محروم رہ جاتے۔ دعا تو عافیت ہی کی کرنی چاہیے۔ یہی تعلیم نبوی ہے۔ لیکن ابتلاء اگر آجائے تو بندہ مومن کیلئے اس میں بھی خیر کے پہلو نکل آتے ہیں۔ (وَعَسَىٰ أَنْ تَكُونُوا شِيعَةً وَهُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ) ☆

یعنی ممکن ہے تم کسی چیز کو ناپسند کرو حالانکہ وہ تمہارے لیے بہتر ہو۔ مسلمان فتح پر فتح حاصل کرتے جا رہے تھے۔ لاکھوں لوگ حلقہ بگوش اسلام ہو رہے تھے۔ مال غنیمت اور دولت و ثروت کی فراوانی تھی۔ قیصر و کسریٰ کی ملکیتیں حالت نزع میں تھیں۔ وہ لوگ جن کے سامنے دنیا کی کوئی قوت ٹھہر نہ سکتی تھی۔ اللہ کے ایک غیر مرنی حکم کے سامنے بے بس تھے حتیٰ کہ تدبیر شرعی نماز استسقاء کی تفکیر سے بھی غافل تھے۔ جب تک غیبی اشارہ نہ ملاحظہ فرما لیں عمر رضی اللہ عنہ جیسے زیرک انسان کے ذہن میں بھی نماز استسقاء کا خیال نہیں آیا۔ چنانچہ حافظ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ نے تصریح کی ہے کہ

وَكَانَ عُمَرُ عَنْ ذَلِكَ مَحْضُورًا ☆ ۳

یعنی عمر رضی اللہ عنہ کا اس طرف دھیان نہیں گیا۔

رمادہ کا دور ابتلاء نو مہینے جاری رہا۔ مسلمانوں نے صابر ہونے کا ثبوت دیا اللہ تعالیٰ کی رحمت جوش میں آئی۔ خواب کے ذریعے تدبیر مجرب کی طرف ان کو متوجہ کیا اور دعا فوری طور پر قبول فرمائی بقول حافظ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ گھروں تک پہنچنے سے بھی پہلے ایسی بارش ہوئی کہ وادیاں بہہ نکلیں۔ ☆۱

ارشاد باری تعالیٰ ہے۔ وَهُوَ الَّذِي يُنَزِّلُ الْغَيْثَ مِنْ بَعْدِ مَا قَنَطُوا وَيَنْشُرُ رَحْمَتَهُ وَهُوَ الْوَلِيُّ الْحَمِيدُ ☆۲ وہی تو ہے جو لوگوں کے مایوس ہو جانے کے بعد باران رحمت برساتا ہے اور اپنی رحمت پھیلا دیتا ہے۔ وہی کارساز اور قابل ستائش ہے۔ نو ماہ کے ابتلاء و آزمائش کے بعد اللہ تعالیٰ کی رحمت جوش میں آئی اور صلوة استقاء کی طرف مسلمانوں کو توجہ دلائی گئی یہ سب کچھ خواب کے ذریعے ہوا۔ البتہ واقعات مختلف ہیں مؤرخین نے اس سلسلے میں خواب کے دو واقعات کا تذکرہ کیا ہے۔ اگرچہ مذکورہ خواب دیکھنے والے اشخاص الگ الگ ہیں تاہم ان خوابوں کا مفاد و مراد ایک ہے۔

### پھیلا خواب:

امام ابوبکر احمد بن الحسین البیهقی (متوفی سنہ 458ھ) نے اپنی سند سے نقل کیا ہے۔ کہ أَصَابَ النَّاسَ قَحْطٌ فِي زَمَانِ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ فَجَاءَ رَجُلٌ إِلَى قَبْرِ النَّبِيِّ ﷺ فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللَّهِ اسْتَسْقِ اللَّهَ لَأُمُتِكَ فَإِنَّهُمْ قَدْ هَلَكُوا فَاتَاهُ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ فِي الْمَنَامِ فَقَالَ إِنَّ عُمَرَ فَاقِرَةٌ السَّلَامِ وَأَخْبَرَهُ إِنَّكُمْ مُسْفُونَ وَقُلْ لَهُ عَلَيْكَ الْكَيْسَ الْكَيْسَ فَاتَى الرَّجُلُ عُمَرَ فَأَخْبَرَهُ فَبَكَى عُمَرُ ثُمَّ قَالَ يَا رَبِّ مَا أَلُو إِلَّا مَا عَجَزْتُ عَنْهُ. ☆۳

یعنی حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانے میں لوگ قحط کا شکار ہوئے تو ایک شخص نبی

☆۱: البداية النہایة ج 7. ص 104

☆۲: سورة الشوری آیت نمبر 28

☆۳: دلائل النبوة ج 7. ص 37

کریم ﷺ کے روضہ اقدس پر آیا اور عرض کی یا رسول اللہ آپ کی امت ہلاک ہو چکی اس کے لیے اللہ تعالیٰ سے بارش کی دعا فرمائیے۔ پھر اس شخص کو خواب میں نبی کریم ﷺ کی زیارت ہوئی اور انہوں نے فرمایا۔ عمر کے پاس جاؤ اور انہیں سلام کہو اور انہیں بتاؤ کہ عنقریب تم پر بارش ہوگی اور انہیں یہ بھی بتاؤ کہ عقل سے کام لو عقل سے۔ وہ شخص حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس آیا اور ساری بات بتادی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ رو پڑے پھر فرمایا۔ الہی میں نے تو کوئی کسر نہیں چھوڑی۔ سوائے اسکے جو میں کر نہیں سکتا تھا۔ امام ابو عمر یوسف بن عبد اللہ بن محمد بن عبد البر رحمہ اللہ نے یہی روایت نقل کی ہے۔ البتہ اس میں استثناء کا واضح حکم موجود ہے۔ فرمایا کہ (اِنَّ عُمَرَ قَمْرَةٌ اَنْ يَسْتَسْقِيَ لِلنَّاسِ فَانْهَمُ سَيَسْقُونَ) ☆۱

یعنی عمر کے پاس جا کر انہیں حکم دو کہ لوگوں کیلئے استثناء کا بندوبست کرے ان پر بارش ضرور ہوگی۔

اس روایت میں سلام کا ذکر نہیں البتہ روایت کا آخری جملہ دو دفعہ ذکر ہوا ہے۔ یہی روایت حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ نے بھی نقل کی ہے۔ اور نہ صرف یہ کہ سلام کا ذکر کیا ہے۔ بلکہ تخصیص ثابت کی ہے۔ ان کے الفاظ ہیں اِنَّ عُمَرَ قَمْرَةٌ فَاقْرَهُ مِنِّي السَّلَامَ ☆۲

عمر کے پاس جاؤ اور ان کو میری طرف سے سلام کہو۔

اگرچہ ان ساری روایات میں کہیں بھی یہ تصریح نہیں ہے کہ روضہ الطہر پر مذکورہ حاضری اور پھر خواب میں زیارت نبوی کا شرف جس صاحب کو حاصل ہوا وہ کون تھے۔ نام کی

تصریح نہ ہونے کے باوجود حافظ ابن کثیرؒ نے روایت کے آخر میں فرمایا وَهَذَا إِسْنَادٌ صَحِيحٌ یہ اسناد صحیح ہے۔

## دوسرا خواب

خواب کا ایک اور واقعہ بھی امام طبری امام ابن المجوزی امام ابن الاثیر اور امام ابن کثیر وغیرہم نے نقل کیا ہے۔ ان سب روایات کا خلاصہ اور نچوڑ یہ ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے عہد میں لوگ قحط میں مبتلا ہوئے مال مویشی لاغر ہو گئے۔ بادیہ نشینوں کے ایک قبیلہ مزینہ کے ایک گھرانے کے لوگوں نے اپنے بڑے بزرگ بلال بن الحارث المزنی کے پاس جا کر کہا کہ ہم تو مرنے کے قریب ہیں تکلیف انتہاء کو پہنچ چکی ہے۔ آپ ہمارے لیے کوئی کبریٰ ذبح کر دیں۔ انہوں نے کہا کہ ان بکریوں میں تو اب کچھ ہے ہی نہیں لیکن لوگ اصرار و الحاح کرتے رہے چنانچہ انہوں نے ایک کبریٰ ذبح کر ڈالی اور جب اس کی کھال اتاری تو صرف سرخ ہڈیاں ہی مل سکیں۔ یہ دیکھ کر سردار کی چیخ نکل گئی اور کہا ”يَا مُحَمَّدَا“ ہائے محمد! جب رات ہوئی تو اس شخص کو خواب میں دکھایا گیا کہ رسول اللہ ﷺ اس کے پاس تشریف لائے۔ اور فرمایا أَبَشِّرْ بِالْحَيَاةِ (بالحیاء ابن کثیر) تمہیں بارش کی خوشخبری ہو۔ عمر کے پاس جا کر ان کو میری طرف سے سلام کہو اور انہیں کہو کہ میں نے تو تمہیں وعدے کا سچا بات کا پکا پایا تھا۔ اے عمر عقل سے کام لو۔

چنانچہ وہ شخص آیا اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دروازے پر آ کر ان کے غلام سے کہا کہ: اِسْتَاذِنِ لِرَسُولِ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ یعنی رسول اللہ ﷺ کے نمائندے کیلئے اندر جانے کی اجازت مانگو۔ غلام نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہو کر بات پہنچا دی۔ یہ سن کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ گھبرا گئے اور پوچھا کیا تم نے

اس نمائندے پر کوئی ظاہری مصیبت یا تکلیف دیکھی ہے۔؟ غلام نے کہا نہیں فرمایا اچھا اسے اندر لے آؤ۔ وہ شخص اندر آیا اور ساری بات حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو بتادی۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ فوراً باہر تشریف لائے اور لوگوں میں منادی کرا دی پھر منبر پر چڑھ کر لوگوں سے فرمایا۔ میں تمہیں اس اللہ کا واسطہ دے کر پوچھتا ہوں جس نے تمہیں اسلام کی ہدایت کی ھَلْ رَأَيْتُمْ مِنِّي شَيْئًا تَكْرَهُوْهُ کیا تم نے میری طرف سے کوئی ایسی بات دیکھی ہے جسے تم ناپسند کرتے ہو۔ لوگوں نے کہا ”اَللّٰھُمَّ لَا“ نہیں اللہ گواہ ہے لیکن بات کیا ہے تب انہوں نے لوگوں کو بلال بن الحارث المزنی کی بات بتادی۔ لوگ سمجھ گئے البتہ عمر رضی اللہ عنہ اشارہ سمجھ نہیں سکے۔ لوگوں نے کہا کہ انہوں نے آپ کو استسقاء میں دیر کرنے والا پایا۔ اس لئے آپ ہمیں لے کر استسقاء کی نماز کا بندوبست کریں۔ چنانچہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے لوگوں میں منادی کرائی۔ ☆

امام طبری امام ابن الجوزی اور امام ابن کثیر نے ایک اور روایت بھی نقل کی ہے جس کے آغاز میں بکری ذبح کئے جانے کا ذکر نہیں البتہ باقی تفصیلات کم و بیش وہی ہیں جو اوپر ذکر ہوئی ہیں۔ اس روایت کا خلاصہ یہ ہے کہ لوگ سخت تکلیف میں مبتلا تھے جس کی وجہ سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ دوسرے شہروں کے لوگوں کی طرف زیادہ متوجہ نہیں تھے۔ اس دوران بلال بن الحارث المزنی آئے اور اجازت مانگتے ہوئے عرض کیا کہ میں آپ کیلئے رسول اللہ ﷺ کا نمائندہ ہوں اور رسول اللہ ﷺ آپ سے فرما رہے ہیں کہ میں نے تمہیں عقل مند ہی پایا تھا اور تم اب بھی ایسے ہی ہو۔ پھر تمہاری یہ حالت کیسی؟ حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرمانے لگے تم نے کب یہ خواب دیکھا بلال بن الحارث نے عرض کیا۔ گزشتہ شب۔

یہ سن کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ باہر تشریف لے گئے اور لوگوں میں عام منادی کرائی کہ ”اَصْلَوْهُ جَامِعَةً“ حرمین شریفین میں اب بھی یہ طریقہ رائج ہے کہ کسی اہم موقع مثلاً استفتاء چاند گرہن اور سورج گرہن کے مواقع پر نماز کے لئے انہی الفاظ میں منادی کرائی جاتی ہے۔ وجہ اس کی یہ ہے کہ چونکہ ان نمازوں کے لئے آذان مشروع نہیں ہے اسلئے لوگوں کو بروقت مطلع کرنے کے لئے یہ الفاظ کہہ جاتے ہیں حسن کا مطلب یہ ہے کہ نماز کے لئے جماعت کھڑی ہو نیوالی ہے لوگ جمع ہو جائیں (بلکہ بعض روایات میں مذکورہ ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کے زمانے میں بھی یہ طریقہ رائج تھا۔) آپ رضی اللہ عنہ بننے لوگوں کو دور کھینچیں پڑھائیں پھر کھڑے ہو کر لوگوں سے فرمایا اے لوگو میں تمہیں اللہ کا واسطہ دیکر پوچھتا ہوں۔ هَلْ تَعْلَمُونَ مِنِّي اَمْرًا غَيْرُهُ خَيْرٌ مِنْهُ؟ کیا تم میرے بارے میں کوئی ایسی بات جانتے ہو جس کے مقابلے میں دوسری بات زیادہ بہتر ہو؟ لوگوں نے بیک آواز کہا واللہ نہیں آپ نے فرمایا لیکن بلال بن الحارث تو یوں اور یوں خیال کرتے ہیں۔ لوگوں نے کہا کہ صَدَقَ بِلَالٌ فَاسْتَعِثْ بِاللّٰهِ وَبِالْمُسْلِمِينَ بلال نے بالکل سچ کہا آپ اللہ تعالیٰ سے مدد مانگیں اور پھر مسلمانوں کے ذریعے بھی امام ابن الجوزی کے الفاظ یہ ہیں ”فَاسْتَعِثْ اللّٰهَ تَعَالٰی وَ الْمُسْلِمُوْنَ“ یعنی آپ رضی اللہ عنہ اور تمام مسلمان ملکر اللہ تعالیٰ سے مدد (بارش) مانگیں

یہ سن کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے نعرہ تکبیر بلند کرتے ہوئے فرمایا: اللہ اکبر مصیبت و آزمائش اپنی انتہا تک پہنچ چکی اور اب اسکے دور ہونے کا وقت آ گیا ہے۔ جب بھی لوگوں کو طلب یعنی دعا و استفتاء کی اجازت ملتی ہے تو مصیبت و آزمائش اٹھالی جاتی ہے۔ ☆۱

یہی مضمون ابواسحاق الغزالی نے یوں بیان کیا ہے۔

☆۱: الشهب اللامعة في السياسة النافعة ص 184

☆۲: تاريخ الطبري ج 4. ص 98

المنتظم ج 4. ص 250

البدایة و النہیة ج 7. ص 104

إِذَا تَضَاقَقَ أَمْرٌ فَانْتَظِرْ فَرَجًا

فَاضِيقُ الْأَمْرَ أَدْنَاهُ إِلَى الْفَرَجِ ☆

یعنی جب کوئی معاملہ انتہائی تکلیف دہ شکل اختیار کر لیتا ہے تو پھر کشادگی کا انتظار کرو کسی معاملے کی انتہائی تنگی درحقیقت کشادگی اور راحت کے زیادہ قریب ہوتی ہے۔

ممکن ہے دونوں خواب الگ الگ اشخاص نے دیکھے ہوں اور یہ بھی ممکن ہے کہ ایک ہی شخص نے یہ خواب دیکھا ہو۔ بہر حال حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو مصطفویٰ اشارہ مل گیا اور انہوں نے فوراً منادی کروا کر نماز استسقاء کا بندوبست کیا جس کی تفصیلات آ رہی ہیں تاہم یہاں ایک اہم نکتہ بیان کرنا ضروری ہے اور وہ یہ کہ یہ بالکل ممکن تھا کہ اللہ تعالیٰ خود حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دل میں نماز استسقاء کا خیال الہام کر دیتے یا خواب میں ان کو براہ راست اس کا حکم مل جاتا کیونکہ ملہم یا محدث تو وہ تھے ہی یہ اور اس قسم کے دوسرے امکانات موجود ہیں۔ لیکن کیا وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ایک اور شخص یا اشخاص کو یہ خواب دکھلایا۔ حضور ﷺ کی زیارت کروائی اور ہدایات دیں۔

بظاہر اس کی حکمت یہی نظر آتی ہے کہ یہ بہت بڑی آزمائش تھی اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے انتہائی اخلاص کے ساتھ مسلمانوں کی خدمت کی۔ اللہ تعالیٰ نے اس کا انعام دینے کا ارادہ فرمایا اور اس خواب کے ذریعے امت کو خوش خبری دی کہ ابتلاء کا دور ختم ہو نیوالا ہے۔ نبی کریم ﷺ کی نظر کرم اب بھی حضرت عمر رضی اللہ عنہ پر ہے۔ رابطہ بحال ہے اور انکی وفاداری میں ذرہ برابر فرق نہیں آیا اور یہ خواب حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی بجائے دوسرے حضرات کو اس لیے دکھایا گیا کہ وہ امت کو اس کی اطلاع بھی دیں اور اس کے گواہ بھی بنیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے دور ابتلاء کے آغاز میں تو نصحاء فرمایا تھا معلوم نہیں میری وجہ سے تمہارا امتحان لیا جا رہا ہے۔ ان خوابوں کے ذریعے امت کو یہ واضح پیغام دیا گیا کہ یہ قحط سالی تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے آزمائش تھی اس میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی کوئی کمزوری ہرگز شامل نہیں بلکہ وہ تو اللہ اور نبی کریم ﷺ کی نظروں میں اب بھی محترم و مکرم ہیں اور ہوشیار و ذہین شخصیت کے مالک ہیں۔

اور سب سے بڑھ کر حضور ﷺ کا یہ ارشاد کہ (اَيُّ غَمَرٍ فَاَقْرَبُ مَنِيَّ السَّلَامِ) عمر کے پاس جا کر ان کو میری طرف سے سلام کہو۔ بہت ہی اہمیت کا حامل ہے اس سے مصیبت کی اس گھڑی میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو جو حوصلہ اور اطمینان ملا۔ اس کا ادراک و احاطہ مشکل ہے۔ بہر حال اس غیبی اشارے کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے صلاۃ استسقاء کا اعلان فرمایا۔

### صلاۃ استسقاء

مذکورہ بشارتوں کے بعد امیر المؤمنین حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے صلاۃ استسقاء کی ادائیگی کا فیصلہ فرمایا۔ اس ضمن میں انہوں نے حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے بات کی۔ اور پوچھا اے ابوالفضل چاند کے منازل میں سے کونسی منزل باقی ہے۔ انہوں نے فرمایا عَوَّاءُ (یہ چاند کے منازل میں سے ایک منزل ہے) جس میں چار یا پانچ گواکب ہوتے ہیں۔ ۱۶۱

آپ نے پوچھا کتنے ایام باقی ہیں انہوں نے جواب دیا آٹھ دن حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرمانے لگے۔ امید ہے اللہ تعالیٰ ان ایام کے دوران خیر کا فیصلہ فرمادیں گے۔ پھر انہوں نے حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے فرمایا ان شاء اللہ کل صبح نماز استسقاء کیلئے نکلیں گے۔ ۱۶۲

امام بخاری رحمہ اللہ کی ایک روایت سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہ کوئی منفرد واقعہ نہیں بلکہ جب بھی لوگ قحط کا شکار ہوتے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ کو ساتھ لیکر استسقاء کیلئے نکلتے حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں

۱: ☆ ترتیب القاموس المحيط ج 3. ص 351

۲: ☆ طبقات ابن سعد ج 3. ص 321



کہ (اَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ كَانَ إِذَا قَحَطُوا اسْتَسْقَى  
بِالْعَبَّاسِ بْنِ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ فَقَالَ اللَّهُمَّ إِنَّا كُنَّا نَتَوَسَّلُ إِلَيْكَ بِنَبِيِّكَ  
فَتَسْقِينَا وَإِنَّا نَتَوَسَّلُ إِلَيْكَ بِعَمِّ نَبِيِّنَا فَاسْقِنَا قَالَ فَيُسْقَوْنَ ☆ ۱

جب لوگ قحط کا شکار ہوتے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ حضرت عباس بن  
عبد المطلب رضی اللہ عنہ کے وسیلے سے بارش کی دعا کرتے اور فرماتے: اے اللہ  
ہم اپنے نبی ﷺ کے وسیلے سے تجھ سے بارش طلب کیا کرتے تھے اور تو ہم پر  
بارش برسا دیتا تھا۔ اب ہم اپنے نبی ﷺ کے چچا (حضرت عباس رضی اللہ عنہ  
(کو تیری بارگاہ میں وسیلہ بناتے ہیں ہم پر بارش برسا دے۔ راوی کا کہنا ہے کہ  
اس طرح ان پر بارانِ رحمت کا نزول ہوتا حضرت عباس رضی اللہ عنہ کو وسیلہ  
بنانے کی وجہ خود حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے رمادہ کے موقع پر صلاۃ استسقاء کے  
وقت اپنے خطبے میں بیان فرمائی۔

فرمایا (اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَرَىٰ لِلْعَبَّاسِ مَا  
يَرَىٰ الْوَلَدُ لِلْوَالِدِ فَاقْتَدُوا اَتْيَہَا النَّاسُ بِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ  
وَسَلَّمَ فِي عَمِّهِ الْعَبَّاسِ وَاتَّخِذُوْهُ وِسِيْلَةً اِلَى اللّٰهِ) ☆ ۲

بے شک رسول اللہ ﷺ حضرت عباس رضی اللہ عنہ کو اس (احترام کی) نظر سے دیکھتے تھے  
جس نظر سے کوئی بیٹا اپنے والد کو دیکھتا ہے اس لئے اے لوگو چچا حضرت عباس رضی اللہ عنہ  
کے معاملے میں رسول اللہ ﷺ کی اقتدا کرو اور انہیں بارگاہ الہی کے لئے وسیلہ بناؤ۔  
بہر حال اس موقع پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے تمام لوگوں کو بھی حکم دیا کہ وہ نماز استسقاء

☆ ۱: صحیح البخاری، کتاب الاستسقاء باب 3 حدیث نمبر 1010

فتح الباری ج 2، ص 787

☆ ۲: فتح الباری ج 3، ص 632

کے لئے نکلیں اور اپنے گورنروں کو بھی لکھا کہ فلاں تاریخ کو سب کے سب نماز استسقاء کے لئے نکلو بارگاہ الہی میں آہ وزاری کرو اور اللہ تعالیٰ سے دعا مانگو کہ خشک سالی کو دور فرمائے۔ ☆۱

مقررہ دن اور وقت پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ مقررہ مقام کیلئے نکلے حضرت سائب بن یزید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رمادہ کے زمانے میں ایک دن (صلاة استسقاء کے موقع پر) حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو انتہائی عاجزی اور انکساری کے ساتھ بارگاہ الہی میں آہ وزاری کرتے ہوئے دیکھا۔ ان کے جسم پر ایک چادر تھی جو بمشکل ان کے گھٹنوں تک پہنچ رہی تھی۔ وہ با آواز بلند استغفار کر رہے تھے۔ یہاں یہ عرض کر دینا بھی ضروری ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ جب مسلمانوں کو لیکر صلاۃ استسقاء کے لئے نکلے تو خصوصی طور پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی چادر مبارک زیب تن فرمائی۔ (وَعَرَجَ لَذَلِكَ الْيَوْمَ عَلَيْهِ بُرْدُ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ) ☆۲ اُس دن آپ نکلے تو آپ کے جسم پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ردائے مبارک موجود تھی۔ آنسو اُگی آنکھوں سے نکل نکل کر ان کے رخساروں پر بہہ رہے تھے اور ان کے پیلوں میں دائیں جانب حضرت عباس رضی اللہ عنہ بھی موجود تھے۔ ☆۳ اس دن حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے مسلمانوں کو خطبہ سے قبل استسقاء کی نماز پڑھائی جس کی دونوں رکعتوں میں پانچ اور سات تکبیریں کہیں ☆۴ جبکہ بعض دیگر روایات سے ظاہر ہوتا ہے کہ

☆۱: اخبار عمر ص 117

☆۲: طبقات ابن سعد ج 3. ص 320

تاریخ الخلفاء. للسيوطي. ص 132

☆۳: طبقات ابن سعد ج 3. ص 321

☆۴: طبقات ابن سعد ج 3. ص 321

ترتیب مختلف تھی یعنی پہلے خطبہ پھر نماز ☆۱ خطبہ پہلے ہوا نماز بہر حال دونوں میں انہوں نے اختصار سے کام لیا (فَقَامَ فَخَطَبَ فَأَوْجَزَ، ثُمَّ صَلَّى رُكْعَتَيْنِ فَأَوْجَزَ) ☆۲

یعنی آپ کھڑے ہوئے۔ خطبہ دیا اور اختصار سے کام لیا۔ دو رکعت نماز پڑھائی اور ان میں بھی اختصار سے کام لیا۔

خطبہ زیادہ تر استغفار پر مشتمل تھا ابو جزة السعدی اپنے والد سے نقل کرتے ہیں کہ:-  
 ”رَأَيْتُ عُمَرَ خَرَجَ بِنَا إِلَى الْمُصَلَّى يَسْتَسْقِي فَكَانَ أَكْثَرَ دُعَائِهِ  
 الْإِسْتِغْفَارَ حَتَّى قُلْتُ لَا يَزِيدُ عَلَيْهِ“ ☆۳ یعنی میں نے دیکھا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ ہمیں لے کر استقاء کے لئے مُصَلَّى کی طرف نکلے۔ آپ کی دعا کا زیادہ تر حصہ استغفار پر مشتمل تھا۔ حتیٰ کہ میں نے دل میں کہا کہ شاید وہ استغفار پر مزید کوئی اضافہ نہیں فرمائیں گے بعض روایات سے ظاہر ہوتا ہے کہ حاضرین نے انہیں اس طرف متوجہ بھی کیا (فَمَا زَادَ عَلَى الْإِسْتِغْفَارِ حَتَّى رَجَعَ فَقَالُوا يَا أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ مَا تَرَكَ اسْتَسْقَيْتَ فَقَالَ لَقَدْ طَلَبْتُ بِمَجَادِيحِ السَّمَاءِ الَّتِي يُسْتَزَلُّ بِهَا الْمَطَرُ ثُمَّ قَرَأَ: اسْتَغْفِرُوا رَبَّكُمْ إِنَّهُ كَانَ غَفَّارًا ۝ يُرْسِلِ السَّمَاءَ عَلَيْكُمْ مِدْرَارًا ☆۴ ثُمَّ قَرَأَ ۝ وَإِنْ اسْتَغْفِرُوا رَبَّكُمْ ثُمَّ تُوبُوا إِلَيْهِ ☆۵

یعنی انہوں نے استغفار کے علاوہ کچھ نہیں پڑھا اور جب واپس ہوئے تو لوگوں

☆۱: تاریخ الطبری ج 4. ص 99

طبقات ابن سعد ج 3. ص 320

الکامل فی التاريخ ج 2. ص 557

البدایہ والنہایہ ج 7. ص 104

☆۲: تاریخ الطبری ج 4. ص 99

البدایہ والنہایہ ج 7. ص 104

☆۳: طبقات ابن سعد ج 3. ص 230

☆۴: سورة نوح آیات 10-11

☆۵: سورة هود آیت 30

نے عرض کیا یا امیر المؤمنین ہم نے آپ کو بارش کی دعا مانگتے نہیں دیکھا آپ نے فرمایا۔ میں نے تو اسان کے ان ستاروں تک پہنچ کر بارش کی دعا مانگی جن کے ذریعے عموماً بارش مانگی جاتی ہے پھر انہوں نے سورہ نوح کی آیت پڑھی کہ اپنے پروردگار سے مغفرت مانگو بے شک وہ خوب مغفرت فرمانے والا ہے۔ تمہارے اوپر آسمان سے خوب بارش نازل فرمائے گا۔ اسکے بعد سورہ ہود کی یہ آیت پڑھی کہ اپنے پروردگار سے بخشش مانگو پھر اسکی بارگاہ میں توبہ کرو۔

(مَجَادِیْعُ جَمْعُ هِیَ مَجْدَحُ کِی۔ مَجْدَحُ اس ستارے کا نام ہے جس کے بارے میں لوگوں کا خیال تھا کہ اس کے ظہور کے وقت بارش یقیناً ہوا کرتی ہے) ☆۱۵۷

حضرت عمر رضی اللہ عنہ یہ بتانا چاہتے تھے کہ بارش کا سبب استغفار ہے نہ کوئی ستارہ (جیسا کہ عربوں کا خیال تھا) ہم نے استغفار پڑھ لی ہے اور یہی ہمارے لئے مجادِج ہے۔ واللہ اعلم۔

اسی طرح ایک اور روایت امام ابن الجوزی نے نقل کی ہے۔ فرماتے ہیں۔

صَعِدَ عُمَرُ الْمِنْبَرَ سَنَةَ الْإِسْتِسْقَاءِ بَعْدَ مَا صَلَّى رَكَعَتَيْنِ تَطَوُّعًا  
بِالنَّاسِ وَقَالَ اسْتَغْفِرُوا رَبَّكُمْ إِنَّهُ كَانَ غَفَّارًا ۝ اسْتَغْفِرُوا رَبَّكُمْ ثُمَّ  
تَوْبُوا إِلَيْهِ ثُمَّ نَزَلَ وَلَمْ يَذْكُرْ اسْقَانَا فَقَالُوا لِمَ لَمْ تَسْتَسْقِ يَا أَمِيرَ  
الْمُؤْمِنِينَ فَقَالَ لَقَدْ دَعَرْتُ بِمَخَارِجِ السَّمَاءِ الَّتِي تُسْقَى بِهَا  
الْمَطَرُ ☆۲

یعنی استسقاء والے سال حضرت عمر رضی اللہ عنہ مسلمانوں کو دو گانہ پڑھانے کے بعد منبر پر تشریف فرما ہوئے اور فرمایا۔ اپنے پروردگار سے بخشش مانگو یقیناً وہ بہت ہی مغفرت فرمانے والا ہے اپنے رب سے مغفرت مانگو اور اس کی بارگاہ میں توبہ کرو۔ پھر منبر سے اترے اور لفظ اسقانا (ہمارے اوپر بارش نازل فرما) نہیں کہا۔ یہ دیکھ کر لوگوں نے کہا اے امیر المؤمنین آپ نے (صراحتاً) بارانِ رحمت کی دعا کیوں نہیں مانگی آپ نے

فرمایا میں نے تو آسمان کے ان دروازوں کو کھٹکھٹایا ہے جہاں سے ہم پر بارش برسائی جاتی ہے۔ بہر حال اس دوران آپ خود اور سب حاضرین خشوع و خضوع کے ساتھ دعاؤں میں مصروف رہے۔ فخطب الناس وتضرع وجعل الناس يلحون ☆ ۱  
یعنی آپ نے خطبہ ارشاد فرمایا اور آہ وزاری کی اس دوران دوسرے لوگ بھی آہ وزاری کرتے رہے۔

ابن سعد نے مزید تفصیل یوں بیان کی ہے کہ قَدَعَا يَوْمَ مَيْدٍ وَهُوَ مُسْتَقْبِلُ الْقِبْلَةِ رَافِعًا يَدَيْهِ إِلَى السَّمَاءِ وَعَجَّ إِلَى رَبِّهِ قَدَعَا وَدَعَا النَّاسُ مَعَهُ ☆ ۲

یعنی اس دن حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے قبلہ رخ ہو کر دعا مانگی اپنے دونوں ہاتھ آسمان کی طرف بلند کئے اور اونچی آواز میں دعا مانگتے رہے اور دوسرے لوگ بھی ان کے ساتھ دعا میں شریک رہے۔ پھر سنت نبوی کے مطابق انہوں نے اپنی چادر پلٹ دی۔  
رَفَعَ يَدَيْهِ مَلًّا وَحَوْلَ رِدَاءَهُ وَجَعَلَ الْيَمِينَ عَلَى الْيَسَارِ ثُمَّ الْيَسَارَ عَلَى الْيَمِينِ ثُمَّ مَنَّدَ يَدَيْهِ وَجَعَلَ يُلْحِقُ فِي الدُّعَاءِ وَيَكِي عُمَرُ بُكَاءَ طَوِيلًا حَتَّى اخْضَلَّ لِحْيَتَهُ ☆ ۳

یعنی حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے دوران دعا اپنے دونوں ہاتھ خوب پھیلا کر اوپر اٹھا دیئے۔ اپنی چادر پلٹ دی دائیں کندھے والا حصہ بائیں کندھے پر اور پھر بائیں کندھے والا حصہ دائیں پر ڈالا۔ پھر دوبارہ ہاتھ پھیلا دیئے اور الحاج کے ساتھ دعا میں مصروف ہوئے اس دوران حضرت عمر رضی اللہ عنہ دیر تک روتے رہے حتیٰ کہ ان کی داڑھی آنسوؤں سے تر ہو گئی۔

☆ ۱: اخبار عمر، ص 118

☆ ۲: طبقات ابن سعد ج 3، ص 321

☆ ۳: طبقات ابن سعد ج 3، ص 320

جس انداز سے انہوں نے دعائیں مانگیں وہ قابل دید ہے تہرکا ان کی بعض دعائیں یہاں نقل کی جاتی ہیں۔

ثُمَّ جَاءَ لِرُكْبَتَيْهِ وَقَالَ اللَّهُمَّ عَجَزْتَ عَنَّا أَنْصَارُنَا وَعَجَزَ عَنَّا حَوْلُنَا  
وَقُوَّتُنَا وَعَجَزَتْ عَنَّا أَنْفُسُنَا وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِكَ اللَّهُمَّ فَاسْقِنَا  
وَأَحْيِ الْعِبَادَ وَالْبِلَادَ ☆ ۱

یعنی پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ اظہار عاجزی کے لئے گھٹنوں کے بل بیٹھ گئے اور فرمایا اے اللہ ہمارے مددگار عاجز آ گئے ہماری طاقت و قوت جواب دے گئی ہماری جانیں بے بس ہو چکیں تیرے سوا نہ تو ہماری کوئی طاقت نہ کوئی قوت اے اللہ ہم پر بارانِ رحمت نازل فرما اور بندوں اور زمین کو دوبارہ زندہ فرما۔

اللَّهُمَّ يَاكَ نَعْبُدُ وَيَاكَ نَسْتَعِينُ اللَّهُمَّ اغْفِرْ لَنَا وَارْحَمْنَا وَارْحَمْ  
عَنَا ☆ ۲

الہی ہم صرف تیری عبادت کرتے ہیں اور تجھ ہی سے مدد مانگتے ہیں الہی ہماری مغفرت فرما ہم پر رحم فرما اور ہم سے راضی ہو جا۔ جب دعائیں زیادہ الحاح اور زاری پیدا ہوئی تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت عباس رضی اللہ عنہ کا ہاتھ پکڑ کر اوپر اٹھایا اور فرمایا۔

☆ ۱: تاریخ الطبری ج 4. ص 99

الکامل فی التاریخ ج 2. ص 557

البدایة والنهاية ج 7. ص 104

نهاية الأرب فی فنون الادب ج 19. ص 352

☆ ۲: تاریخ الطبری ج 4. ص 99

المنتظم ج 4. ص 250

اللَّهُمَّ إِنَّا نَتَشَفَّعُ إِلَيْكَ بِعَمِّ نَبِيِّكَ أَنْ تُذْهِبَ عَنَّا الْمَحَلَ وَأَنْ تَسْقِينَا

الغَيْثُ ☆ ۱

الہی ہم تیرے نبی ﷺ کے چچا کو تیری بارگاہ میں شفیع بنا کر لائے ہیں۔ ہم سے خشک سالی دور فرما اور بارانِ رحمت سے ہماری مدد فرما۔ اس دوران حضرت عباس رضی اللہ عنہ ان کے پہلو میں کھڑے ہو کر کافی دیر تک دعائیں کرتے رہے اور ان کی آنکھوں سے آنسو رواں دواں رہے ☆ ۲

امام ابن الجوزی رحمۃ اللہ علیہ کی روایت میں مزید اضافہ بھی ہے۔ فرماتے ہیں  
خَرَجَ عُمَرُ بِالنَّاسِ إِلَى الْإِسْتِسْقَاءِ وَخَرَجَ بِالْعَبَّاسِ وَبَعْدَ اللَّهِ فَخَطَبَ  
وَصَلَّى رَكَعَتَيْنِ فَلَمَّا قَضَى صَلَاتَهُ تَأَخَّرَ حَتَّى كَانَ بَيْنَ الْعَبَّاسِ وَعَبْدِ  
اللَّهِ ثُمَّ أَخَذَ بِعَضُدِ يَهْمَا وَقَالَ اللَّهُمَّ هَذَا عَمُّ نَبِيِّكَ تَقَرَّبْ إِلَيْكَ  
بِهِ ☆ ۳

یعنی حضرت عمر رضی اللہ عنہ لوگوں کو ساتھ لے کر استسقاء کیلئے نکلے اور حضرت عباس اور عبد اللہ رضی اللہ عنہما کو بھی ساتھ لے کر نکلے۔ خطبہ دیا اور دو رکعت نماز پڑھائی جب نماز سے فارغ ہوئے تو پیچھے ہٹ گئے اور حضرت عباس اور عبد اللہ رضی اللہ عنہما کے درمیان کھڑے ہو گئے۔ پھر ان کے بازوؤں کو تھام کر فرمایا اے اللہ یہ تیرے نبی ﷺ کے عم محترم ہیں ہم ان کے وسیلے سے تیرا قرب چاہتے ہیں۔ پھر فرمایا:

۱: ☆ طبقات ابن سعد ج 3. ص 321

۲: ☆ طبقات ابن سعد ج 3. ص 321

۳: ☆ المنتظم ج 4. ص 251

اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ قَدْ عَجَزْتُ وَمَا عِنْدَكَ اَوْ سَعُ لَہُمْ ثُمَّ اَخَذَ بِیَدِ الْعَبَّاسِ  
فَقَالَ اَللّٰهُمَّ ہَذَا عَمَّ نَبِّیْكَ ﷺ نَتَوَجَّہُ اِلَیْكَ بِہِ وَبَبَقِیَّۃِ اَبَائِہِ وَکُبَیْرِ  
رِجَالِہِ فَاِنَّکَ قُلْتَ وَقَوْلُکَ الْحَقُّ (وَاَمَّا الْجِدَارُ فَکَانَ لِغُلَامَیْنِ  
یَتِیْمَیْنِ فِی الْمَدِیْنَةِ وَکَانَ تَحْتَهُ کَنْزُ لَہُمَا وَکَانَ اَبُوہُمَا صَالِحًا ☆ ۱  
فَحَفِظْتَهُمَا لِصَلَاحِ اَبِیْہِمَا فَحَفِظَ اللّٰهُمَّ نَبِّیْکَ فِی عَمِّہِ ☆ ۲

الہی میں تو عاجز آ گیا ہوں اور جو کچھ تیرے پاس ہے۔ اس میں تیرے بندوں  
کیلئے زیادہ وسعت ہے۔ پھر آپ نے حضرت عباس رضی اللہ عنہ کا ہاتھ تھام لیا اور فرمایا  
الہی یہ تیرے نبی ﷺ کے عم محترم ہیں ان کو اور ان کے دوسرے آباء و اجداد اور بزرگوں کو  
ہم نے تیری بارگاہ میں حاضری کا ذریعہ بنایا ہے۔ تیرا ارشاد ہے اور یقیناً تیرا ہر فرمان  
برحق ہے۔ (اور وہ دیوار شہر کے دو یتیم بچوں کی ملکیت تھی جس کے نیچے ان کا خزانہ تھا اور  
ان کا باپ ایک صالح بندہ تھا)۔ الہی ان کے باپ کی نیکی کی بدولت تو نے ان کی حفاظت  
فرمائی الہی عم محترم کے معاملے میں بھی اپنے نبی کی لاج رکھ لے۔  
جب آپ نے حضرت عباس رضی اللہ عنہ کا ہاتھ اٹھایا تو اس وقت خود حضرت

عباس رضی اللہ عنہ بھی زار و قطار رو رہے تھے۔ بقول امام بن الاثیر (وَ اَخَذَ بِیَدِ  
الْعَبَّاسِ بْنِ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ عَمِّ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمْ وَاَنَّ  
ذُمُوْعَ الْعَبَّاسِ لَسَتْ حَادِرُ عَلٰی لِحَیْثَہُ فَقَالَ اللّٰهُمَّ اِنَّا نَتَقَرَّبُ اِلَیْکَ بِعَمِّ  
نَبِّیْکَ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمْ وَبَقِیَّۃِ اَبَائِہِ وَکُبَیْرِ رِجَالِہِ فَاِنَّکَ تَقُوْلُ  
وَقَوْلُکَ الْحَقُّ (فَاَمَّا الْجِدَارُ فَکَانَ لِغُلَامَیْنِ



يَتِيمِينَ فِي الْمَدِينَةِ ..... الْخ الْكَهْف 18 آيَت 82) فَحَفِظْتَهُمَا  
بِصَلَاحٍ آبَائُهُمَا فَاحْفَظِ اللَّهُمَّ نَبِيَّكَ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي عَمِهِ  
فَقَدْ ذَلُّنَا بِهِ إِلَيْكَ مُسْتَشْفِعِينَ مُسْتَغْفِرِينَ ثُمَّ أَقْبَلَ عَلَى النَّاسِ  
فَقَالَ: اسْتَغْفِرُوا رَبَّكُمْ إِنَّهُ كَانَ غَفَّارًا (☆۱)

یعنی حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے نبی کریم ﷺ کے عم محترم حضرت عباس رضی  
اللہ عنہ کا ہاتھ تھام لیا۔ اس وقت حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے آنسو ان کی ریش  
مبارک پر مسلسل گر رہے تھے پھر فرمایا: الہی ہم تیرے نبی ﷺ کے عم محترم اور ان کے  
دوسرے آباد و اجداد اور بزرگوں کے ذریعے تیرا قرب چاہتے ہیں الہی تیرا کہنا ہے اور تیرا  
ہر ارشاد برحق ہے (اور وہ دیوار شہر کے دو قیموں کی ملکیت تھی) (سورۃ الکہف 18 آیات  
نمبر 82) پھر ان کے آباء کی نیکی کی وجہ سے تو نے ان دونوں کی حفاظت فرمائی۔ الہی عم  
محترم کے معاملے میں بھی اپنے نبی ﷺ کی لاج رکھ لے ہم ان کی رہنمائی و راہبری میں  
شفاعت و مغفرت کے طلبگار بن کر تیری بارگاہ میں حاضر ہوئے ہیں۔ پھر لوگوں کی طرف  
متوجہ ہو کر فرمایا: اپنے رب سے مغفرت مانگو یقیناً وہ بہت ہی مغفرت فرمانے والا ہے۔  
امیر المؤمنین حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے بعد حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے دعا فرمائی۔  
اس وقت ان کی عمر کافی طویل ہو چکی تھی۔ آنکھوں سے آنسو رواں دواں تھے اور ریش  
مبارک ان کے سینے پر جھول رہی تھی۔ ان کے چند دعائیہ کلمات یہاں تبرکاً نقل کیے  
جاتے ہیں۔ فرمایا:

(اللَّهُمَّ أَنْتَ الرَّاعِي فَلَا تُهْمِلِ الصَّلَاةَ وَلَا تَدَعْ الْكَبِيرَ بَدَارٍ مُضِيعَةٍ فَقَدْ  
صَرَخَ الصَّغِيرُ وَرَقَّ الْكَبِيرُ وَارْتَفَعَتِ الشُّكُوى وَأَنْتَ تَعْلَمُ الْبَسْرَ وَ

أَخْفَى . اللَّهُمَّ فَأَغِثْهُمْ بِغِنَاكَ قَبْلَ أَنْ يَقْنَطُوا فَيَهْلِكُوا فَإِنَّهُ لَا يَنَاسُ إِلَّا  
الْقَوْمُ الْكَافِرُونَ“ ۱☆

الہی تو ہی تمہارا ہے جسکے ہوئے لوگوں کو یونہی نہ چھوڑ۔ مصیبت زدوں کو ضائع  
ہونے سے بچالے بے شک بچے تکلیف کی وجہ سے چیخ اٹھے ہیں اور بزرگوں میں رقت  
پیدا ہوگئی ہے فریاد کی صدائیں بلند ہونے لگی ہیں اور تو ہی پوشیدہ اور خفیہ باتیں  
جانتا ہے۔ الہی اپنے فضل سے ان کی ضرورت پوری کر کے ان کو غنی بنادے قبل اس سے  
کہ یہ ناامید ہو کر ہلاک ہو جائیں یقیناً کافر لوگ ہی ناامید ہوا کرتے ہیں۔ اسی پر بس  
نہیں بلکہ روتے ہوئے مزید دعا فرمائی۔

(اللَّهُمَّ إِنَّهُ لَا يَنْزِلُ بَلَاءٌ إِلَّا بِذَنْبٍ وَلَا يُكْشَفُ إِلَّا بِتَوْبَةٍ وَقَدْ تَوَجَّهَ بِي  
الْقَوْمُ إِلَيْكَ لِمَكَانِي مِنْ نَبِيِّكَ ﷺ وَهَذِهِ أَيْدِينَا مَبْسُوطَةٌ إِلَيْكَ  
بِالدُّنُوبِ وَتَوَاصَيْنَا بِالتَّوْبَةِ فَاسْقِنَا الْغَيْثَ وَلَا تَجْعَلْنَا مِنَ الْقَانِطِينَ يَا  
أَرْحَمَ الرَّاحِمِينَ اللَّهُمَّ أَنْتَ الرَّاعِي لَا تُهْمِلِ الصَّالَةَ وَلَا تَدْعِ الْكَبِيرَ  
بِدَارٍ مُضِيعَةٍ فَقَدْ ضَرَعَ الصَّغِيرُ وَفَرَّقَ الْكَبِيرُ وَارْتَقَعَتِ الشُّكُوفُ  
وَأَنْتَ تَعْلَمُ السِّرَّ وَأَخْفَى اللَّهُمَّ أَغِثْهُمْ بِغِنَاكَ قَبْلَ أَنْ يَقْنَطُوا  
فَيَهْلِكُوا فَإِنَّهُ لَا يَنَاسُ مِنْ رَوْحِكَ إِلَّا الْقَوْمُ الْكَافِرُونَ ۲☆

الہی جو بھی مصیبت نازل ہوتی ہے گناہوں کی وجہ سے ہوتی ہے اور توبہ سے ہی  
دور ہو سکتی ہے۔ تیرے نبی ﷺ کے ساتھ میرے رشتے کی وجہ سے لوگ مجھے لے کر  
تیری بارگاہ میں آئے ہیں۔ الہی ہمارے گناہ زدہ ہاتھ تیری بارگاہ میں پھیلے ہوئے ہیں اور

۱:☆ الکامل فی التاريخ ج 2. ص 557

۲:☆ نهالة الارباب فی فنون الادب ج 19. ص 352

ہماری پیشانیاں توبہ کے ساتھ تیری طرف جھکی ہوئی ہیں بارش کے ذریعے ہماری مدد فرما  
اے ارحم الراحمین ہمیں اپنی رحمت سے مایوس لوگوں میں شامل نہ فرما الہی تو ہی نگہبان ہے  
بھولے بھٹکے لوگوں کو مزید بھٹکنے نہ دینا اور مصیبت کے شکار لوگوں کو ضائع ہونے سے  
بچالے۔ بچے آہ و زاری کر رہے ہیں اور بوڑھے پریشان حال ہیں تیری بارگاہ میں فریاد  
کی صدائیں بلند ہیں تو مستور اور خفیہ باتوں کا عالم ہے۔ الہی اپنی طرف سے خصوصی  
امداد کے ذریعے انکی دادرسی فرما قبل اسکے کہ یہ لوگ مایوس ہو کر ہلاک ہو جائیں بے شک  
تیرے فضل سے صرف کافر لوگ ہی مایوس ہوا کرتے ہیں۔

### **بارانِ رحمت کا نزول**

اللہ تعالیٰ کی رحمت کے لئے تو بس بہانہ ہی چاہئے۔ اتنی بڑی تعداد میں عام  
مسلمانوں، صحابہ کرام، مبشرین بالجنۃ، رسول اللہ ﷺ کے عم محترم اور ان کے ساتھ امیر  
المومنین حضرت عمر رضی اللہ عنہ جیسی عظیم ہستیوں نے گزرا کر دعائیں مانگیں اللہ تعالیٰ کی  
رحمت کا دروازہ کھلکھٹایا۔ بالآخر اللہ تعالیٰ کی رحمت جوش میں آئی اور وہاں کھڑے کھڑے  
لوگوں نے چشم خود بادل کے ٹکڑوں کو اپنی طرف آتے دیکھا۔ مارے خوشی ایک دوسرے  
سے کہنے لگے: وہ دیکھو! وہ دیکھو! پھر یہ ٹکڑے باہم مل گئے قبل ازیں چار سال تک انہوں  
نے کبھی بادل کا ٹکڑا نہیں دیکھا تھا۔ ہوا تھم گئی پھر لوگوں نے گرج سنی اور اس میں اضافہ  
ہوتا گیا آسمان نے پہاڑوں جیسے بادلوں کے دھانے کھول دیئے اتنا پانی برساکہ زمین  
کے نشیب و فراز برابر ہو گئے لوگ حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے بوسے لینے لگے اور  
انہیں ”ساقی الحرمین“ کا لقب دیکر مبارکباد دینے لگے۔ دیکھتے ہی دیکھتے اتنی بارش ہوئی  
کہ لوگوں کو واپسی کے وقت دیواروں کا سہارا لینا پڑا اور اپنے تہ بند اوپر اٹھائے لئے ۱☆  
اور گھروں تک پہنچنے کے لئے انہیں پانی بھری ندی نالوں سے گزرنا پڑا ۲☆

☆۱: الکامل فی التاريخ ج 2. ص 557

اخبار عمر ص 118

☆۲: تاریخ الطبری ج 4. ص 99

المنتظم ج 4. ص 250

اس کے بعد بارش کا یہ سلسلہ کئی روز تک جاری رہا۔ ۱۶☆

اور پھر ہر پندرہ روز کے بعد بارش ہوتی رہی ۲۶☆

بارش کے بعد خانہ بدوشوں کا ایک قافلہ مدینہ منورہ پہنچا اور بتایا کہ اے امیر المؤمنین جس وقت ہم فلاں وادی سے گزر رہے تھے تو بادل کا ایک ٹکڑا ہمارے اوپر سایہ فگن ہوا اور پھر ہمیں اس بادل سے یہ صدا سنائی دی کہ: (اَتَاكَ الْغَوْثُ اَبَا حَفْصٍ. اَتَاكَ الْغَوْثُ اَبَا حَفْصٍ) ۳۶☆

یعنی اے ابو حفص مدد آگئی اے ابو حفص تمہارے پاس مدد آگئی)

عربوں کی تاریخ میں اور خصوصاً حجاز میں اس واقعے اور اس دن کو کافی اہمیت حاصل ہوئی۔ ابو جزة السعدی روایت کرتے ہیں کہ (كَانَتْ الْعَرَبُ قَدْ عَلِمَتْ الْيَوْمَ الَّذِي اسْتَسْقَى فِيهِ عُمَرُ) ۴۶☆ عربوں کو وہ دن خوب معلوم ہے جس دن حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بارش کے لئے دعا فرمائی تھی۔

شعراء نے اپنے کلام میں خصوصی طور پر اس کا ذکر کیا۔ شاعر دربار رسالت

حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ نے اس بارے میں فرمایا:

سَأَلَ الْإِمَامُ وَقَدْ تَبَاعَ جَدُّنَا      فَسَقَى الْغَمَامُ بِغُرَّةِ الْعَبَّاسِ:  
أَحْيَا إِلَٰهَهُ الْبِلَادُ فَاصْبَحَتْ      مُخْضَرَّةً الْأَجْنَابُ بَعْدَ الْيَاسِ: ۵۶☆

جب خشک سالی مسلسل بڑھتی گئی تو امام وقت (حضرت عمر رضی اللہ عنہ) نے

بارگاہ الہی میں دعا فرمائی اور حضرت عباس رضی اللہ عنہ کی مبارک پیشانی کی بدولت

۱: ☆ طبقات ابن سعد ج 3. ص 321

۲: ☆ اخبار عمر ص 118

۳: ☆ البداية والنهاية ج 7. ص 105

كتاب مجابى الدعوة ص 28

۴: ☆ طبقات ابن سعد ج 3. ص 322

۵: ☆ اخبار عمر ص 118

بادل برے۔ جس کے ذریعے اللہ تعالیٰ نے زمین کو زندہ فرمایا اور مایوسی کے بعد دوبارہ زمین کے اطراف سرسبز و شاداب ہو گئے۔

حضرت عباس رضی اللہ عنہ کی موجودگی اور ان کی دعاؤں کی وجہ سے خانوادہ نبوت کی عزت و تکریم اور مناقب و فضائل میں مزید اضافہ ہوا۔ اسی کے بارے میں فضل بن عباس بن عتبہ بن ابی لہب فرماتے ہیں۔

الف: بِعَبَّيْ سَقَى اللَّهُ الْجَعَا وَ أَهْلَهُ عَشِيَّةً يَسْتَسْقِي بِشَيْتِهِ عُمَرَ

ب: تَوَجَّهَ بِالْعَبَّاسِ هُوَ الْجَذِبِ رَاغِبًا إِلَيْهِ فَمَا رَأَى حَتَّى نَزَلَ الْمَطَرُ

ج: وَفِينَا رَسُولُ اللَّهِ فِينَا تَرَانُهُ فَهَلْ فَوْقَ هَذَا لِلْمُفَاجِرِ مُفْتَعَرٌ ☆ ۱

(الف) میرے چچا کی برکت سے اللہ تعالیٰ نے حجاز اور اہل حجاز پر بارانِ رحمت نازل فرمائی جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان کے سفید بالوں کو بارش کے لئے وسیلہ بنایا۔

(ب) وہ خشک سالی کے زمانے میں حضرت عباس رضی اللہ عنہ کو لیکر بارگاہِ الہی میں دست بدعا ہوئے۔ ابھی اپنی جگہ سے ہٹے بھی نہ پائے تھے کہ بارش برسنے لگی۔

(ج) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہم ہی میں سے ہیں اور ہم ہی ان کے وارث ہیں۔ کیا فخر کرنے والے کسی شخص کے لئے اس سے بڑھکر بھی کوئی بات قابلِ فخر ہو سکتی ہے؟

البتہ ابن العمدہ حنبلی (متوفی 1089ھ) نے صرف پہلے دو ابیات ذکر کئے ہیں اور نہیں فضل کی بجائے عباس بن عتبہ بن ابی لہب کی طرف منسوب کیا ہے۔

بِعَبَّيْ سَقَى اللَّهُ الْجَعَا وَ أَهْلَهُ عَشِيَّةً يَسْتَسْقِي بِشَيْتِهِ عُمَرَ

تَوَجَّهَ بِالْعَبَّاسِ هُوَ الْجَذِبِ رَاغِبًا إِلَيْهِ فَمَا أَنْ رَأَى حَتَّى أَتَى الْمَطَرُ ☆ ۲

اسی طرح مؤرخین کی ایک بڑی تعداد نے رمادہ کی تفصیلات کو تو نظر انداز کر دیا ہے لیکن حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے ذریعے توسل کا تذکرہ ضرور کیا ہے۔ تفصیل کے لئے دیکھئے۔

☆ ۱: الکامل فی التاریخ ج 2. ص 557 نہایۃ الارب فی فنون الادب ج 19 ص 353

☆ ۲: شذرات الذهب فی اخبار من ذهب ج 1. ص 29

(تاریخ خلیفہ ابن خیاط العصفری ص 138)

العبر فی خبر من غیر ج 1 ص 16

تاریخ الخلفاء للسيوطی ص 132

تتمہ المختصر فی اخبار البشر ج 1 ص 225

تاریخ اليعقوبی ج 2 ص 150

تاریخ ابن خلدون ج 2 ص 554

الخلفاء الراشدون (من تاریخ الاسلام) ص 68

السيرة النبوية واخبار الخلفاء (من كتاب الثقات) ص 476

### مہاجرین کی واپسی

بقول محمد حسین ہیکل: اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کی دعا قبول فرمائی اور دھواں دار بارش کے ذریعے آسمان کے دروازے کھول دیئے پیاسی زمین دیکھتے دیکھتے سیراب ہوگئی اور اس نے اپنا خاکستری لباس اتار کر دھانی پوشاک پہن لی۔ اب ان تمام عربوں کے لئے جو چاروں طرف سے آ کر مدینہ میں جمع ہو گئے تھے وہاں ٹھہرنے کی کوئی وجہ نہ رہی چنانچہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ خود ان میں جاتے اور فرماتے: جاؤ اپنے وطن کو واپس جاؤ۔ انہیں اندیشہ تھا کہ کہیں لوگ مدینہ کی زندگی کو عیش و آرام کی زندگی سمجھ کر وہیں نہ رہ پڑیں۔ ☆۱

بقول ابن سعد (فَلَمَّا أَحْيَا قَالَ أَخْرَجُوا مِنَ الْقَرْيَةِ إِلَى مَا كُنْتُمْ تَعْتَدُونَ مِنَ الْبَرَاءَةِ فَبَجَلْ عُمَرُ يَحْمِلُ الضَّعِيفَ مِنْهُمْ حَتَّى لَحِقُوا بِبِلَادِهِمْ) ☆۲

یعنی جب بارش ہوئی تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے لوگوں سے کہا اس گاؤں

☆۱: عمر فاروق اعظم ص 343

☆۲: طبقات ابن سعد ج 3، ص 317

اخبار عمر ص 112

سے نکلوا اور صحرا جہاں رہنے کے تم عادی تھے چلے جاؤ۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ ان میں سے ضعیفوں کو خود اٹھاتے یہاں تک کہ وہ لوگ اپنے اپنے علاقوں میں چلے گئے۔

بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ اس مقصد کے لئے امیر المؤمنین نے چند لوگوں کو ذمہ داری سونپی تھی۔ واپس جانے والوں کو امداد اور سواری بھی مہیا کی جاتی تھی۔

زید بن اسلم اپنے والد کے حوالے سے نقل کرتے ہیں کہ: (فَلَمَّا مَطَرَتْ رَأَيْتُ عُمَرَ قَدْ وَكَّلَ كُلَّ قَوْمٍ مِنْ هَؤُلَاءِ النَّفَرِ بِنَا حَيْثُ هُمْ يُخْرِجُونَهُمْ إِلَى الْبَادِيَةِ وَيُعْطُونَهُمْ قُوْتًا وَحُمْلَانًا إِلَى بَادِيَتِهِمْ وَلَقَدْ رَأَيْتُ عُمَرَ يُخْرِجُهُمْ هُوَ بِنَفْسِهِ قَالَ أَسْلَمَ: وَقَدْ كَانَ وَقَعَ فِيهِمُ الْمَوْتُ فَأَزَاهُ مَاتَ ثُلَاثُهُمْ وَبَقِيَ ثَلَاثٌ) ☆ یعنی جب بارش ہوئی میں نے دیکھا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان لوگوں کو انہی جگہوں کے چند آدمیوں کے سپرد کر دیا جو ان کے کھانے اور سواری کا بندوبست کر کے ان کے علاقوں میں واپس بھیجوا دیتے تھے اور میں نے یہ بھی دیکھا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ خود انہیں نکال رہے ہیں۔ اسلم کا کہنا ہے کہ ان لوگوں میں وہاں پھوٹ پڑی تھی جس کی وجہ دو تہائی لوگ مر گئے تھے اور صرف ایک تہائی باقی رہ گئے تھے۔

قطب کے بعد یہ ایک انتہائی اہم قدم تھا جو انہوں نے اٹھایا اگر حضرت عمر رضی اللہ عنہ ایسا نہ کرتے تو ایک جانب مدینہ منورہ میں ان مہاجرین کی آبادکاری حکومت کے لئے گھمبیر صورت اختیار کر جاتی اور دوسری طرف عرب کا صحرائی نظام زندگی متاثر ہوئے بغیر نہ رہتا اور ساتھ ہی بارش کے بعد زمینوں کی دوبارہ بحالی کا کام بھی پایہ تکمیل کو نہ پہنچتا۔

## زکاة کی وصولی میں تاخیر

رمادہ کے زمانے میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے زکاة عشر کی وصولی کے بارے میں انتہائی بروقت اور جرأت مندانہ فیصلے کیے۔

پہلا فیصلہ یہ کیا کہ قحط کے زمانے میں انہوں نے کسی آدمی کو زکاة کی وصولی کے لئے متاثرہ علاقے میں نہیں بھیجا بلکہ جب تک قحط دور نہ ہو گیا ان کو روک رکھا۔ جب بارش ہوئی اور لوگوں نے سکھ کا سانس لیا اور معیشت بحال ہونے لگی تو کارندوں کو وصولی کے لئے بھیجا۔ ابن سعد کی روایت کے مطابق: (أَنَّ عُمَرَ أَخْرَجَ الصَّدَقَةَ عَامَ الرَّمَادَةِ فَلَمْ يَنْعَثِ السَّعَاءَ فَلَمَّا كَانَ قَابِلٌ وَرَفَعَ اللَّهُ ذَلِكَ الْجَذْبُ أَمْرَهُمْ أَنْ يَخْرُجُوا فَأَخَذُوا عِقَالَيْنِ فَأَمَرَهُمْ أَنْ يَقْسِمُوا عِقَالًا وَيَقْدِمُوا عَلَيْهِ بِعِقَالٍ) ☆

یعنی رمادہ کے سال حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے زکاة کی وصولی مؤخر فرمادی چنانچہ کسی کو وصولی کے لئے نہیں بھیجا اگلے سال جب اللہ تعالیٰ نے خشک سالی رفع فرمائی تو محصلین کو حکم دیا کہ وہ وصولی کے لئے نکلیں۔ چنانچہ انہوں نے دودو حصے وصول کئے۔ آپ رضی اللہ عنہ نے انہیں حکم دیا کہ ایک حصہ مقامی طور پر تقسیم کیا جائے اور دوسرا حصہ اپنے ساتھ (بیت المال کے لئے) لے کر آئیں۔ اس کے ساتھ ہی انہوں نے وصولی اور تقسیم کے لئے مفصل ہدایات جاری کیں حوشب بن بشر الغفاری اپنے والد سے نقل کرتے ہیں کہ رمادہ والے سال قحط نے ہمارے اموال کا صفایا کر دیا تھا۔ اکثر لوگوں کے پاس کوئی قابل ذکر چیز نہیں رہی تھی۔ چنانچہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس سال محصلین نہ بھیجے البتہ اگلے سال انہیں بھیجا تو انہوں نے دودو حصے وصول کیے۔ ایک حصہ تقسیم کر دیا اور دوسرا



حصہ (بیت المال کے لئے) ساتھ لے کر آئے۔ بنو فزارہ کے پورے قبیلے کے پاس انہیں زکاۃ میں صرف ساٹھ جانور ملے جن میں سے تیس انہوں نے (مقامی طور پر) تقسیم کر دیئے اور تیس ساتھ لے کر امیر المؤمنین کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ مخلصین بھیجے وقت انہیں ہدایات دیتے کہ وہ لوگوں کے پاس ان کی جائے قیام پر جائیں (لوگوں کو تکلیف نہ دی جائے) ایک اور روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ انہوں نے یہ ہدایات بھی جاری کیں کہ تقسیم زکاۃ میں یہ اصولی مد نظر رکھا جائے کہ زکاۃ ان لوگوں کو دی جائے جن کے پاس زیادہ سے زیادہ ایک بکری باقی رہ گئی ہو اور جن کے پاس دو بکریاں رہ گئی ہوں انہیں کچھ نہ دیا جائے۔ ☆

### ان اقدامات کے تین فوائد حاصل ہونے

- (1) رماہ کے ایام میں لوگوں کو سہولت، مہلت اور رعایت حاصل ہوئی اور حکومتی کارندوں یعنی محصلین کی توجہ امدادی کاموں پر مرکوز رہی۔
- (2) مقامی تقسیم میں ان لوگوں کو ترجیح دی گئی جو سب سے زیادہ متاثر ہوئے تھے ان کو مقامی طور پر امداد مہیا کر دی گئی اس طرح حکومت اور عوام دونوں کا وقت اور ان کے وسائل ضائع ہونے سے بچ گئے کیونکہ اموال صدقہ کی مدینہ منورہ منتقلی اور پھر مقررہ حصہ کی واپس ان علاقوں میں منتقلی پر وقت اور سرمایہ دونوں خرچ ہوتے۔
- (3) چونکہ بیت المال بالکل خالی ہو چکا تھا اور ایک بڑے اقتصادی بحران کا خطرہ موجود تھا اس لئے انہوں نے زکاۃ کی وصولی ساقط نہیں کی بلکہ مؤخر کر دی اور اگلے سال مکمل وصولی کی وجہ سے عوام کی داد رسی بھی ہوئی اور بیت المال بھی آئندہ کسی اور بحران سے نمٹنے کے قابل ہوا۔

☆ طبقات ابن سعد ج 3. ص 323

عمر فاروق اعظم ص 343

جولہ تاریخیۃ فی عصر الخلفاء الراشدین ص 273

### بارانِ رحمت کے بعد بھی عزیمت

بارانِ رحمت کے نزول کے بعد لوگ اپنے اپنے علاقوں میں چلے گئے۔ لوگوں نے سکھ کا سانس لیا لیکن امیر المؤمنین حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے طرز زندگی میں کوئی فرق نہیں آیا۔ عزیمت کا جو راستہ انہوں نے اپنے لئے پسند کیا تھا اسی پر قائم رہے۔

امام طبری رحمہ اللہ نے نقل کیا ہے کہ بازار میں دودھ اور گھی آیا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ایک غلام نے دونوں چیزیں چالیس درہم میں خریدیں اور پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس آکر عرض کیا اے امیر المؤمنین اللہ تعالیٰ نے آپ کی قسم پوری فرمادی اور اجر عظیم عطا فرمایا۔ بازار میں کچھ گھی اور دودھ آیا تھا میں نے دونوں چیزیں چالیس درہم میں خرید لیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا تو نے مہنگی خریدیں جاؤ انہیں صدقہ (خیرات) کر دو۔ مجھے یہ بات ناپسند ہے کہ مسرفانہ غذا کھاؤں۔ (فَلَا يَسِيْ اَكْثَرَهُ اَنْ اَكْمَلُ اِسْرَافًا)

لیکن جو جملہ انہوں نے اس کے بعد ارشاد فرمایا وہ آپ زر سے لکھنے کے قابل ہے فرمایا۔ (كَيْفَ يَعْزِيْ شَأْنُ الرُّعِيَّةِ اِذَا لَمْ يَمْسُسْنِيْ مَا مَسَّهُمْ) ☆ ا مجھے رعیت کی حالت کا کیونکر احساس ہو سکتا ہے جب تک مجھے وہ تکلیف نہ پہنچے جو انہیں پہنچی ہے۔

اگر ہمارے حکام صاحبانِ اقتدار اور سیاسی و مذہبی قائدین کے دل میں یہ جذبہ موجزن ہو کر عمل میں متشکل ہو جائے تو رعایا کے مسائل کا فوراً ہو جائیں گے اور یہ دنیا بقعہ جنت کا منظر پیش کرے گی۔

## تعطیل حدسرقہ

اب آئیے اس موضوع کی طرف جو اس مقالے کی تحریر کا سبب بنا اور وہ ہے حدسرقہ کی تعطیل۔

کسب فقہ و حدیث کے مطالعہ سے یہ بات سامنے آتی ہے کہ امیر المؤمنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی طرف سے یہ ایک مستقل حکم (Standing Order) تھا کہ قحط والے سال کسی چور کا ہاتھ نہ کاٹا جائے۔ (لَا يُقَطَّعُ فِي عَذْقٍ وَلَا عَامِ السَّنَةِ) ☆۱

یعنی کھجور کے درخت کے بدلے میں اور قحط والے سال میں چور کا ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا۔

امام دارالہجرۃ حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے ایک واقعہ نقل کیا ہے کہ حضرت حاطب بن ابی بلتعہ رضی اللہ عنہ کے غلاموں نے قبیلہ مزینہ کے ایک شخص کی اونٹنی چرا کر ذبح کر ڈالی۔ مقدمہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس پیش ہوا۔ انہوں نے کثیر ابن الصلت کو حکم دیا کہ مجرموں کے ہاتھ کاٹ دیئے جائیں پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت حاطب رضی اللہ عنہ کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا میرا خیال ہے کہ تم ان (غلاموں) کو بھوکا رکھتے ہو۔ پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا واللہ میں تمہیں ایسا جرمانہ کروں گا جو تمہیں گراں گزرے گا۔ پھر قبیلہ مزینہ کے متعلقہ شخص سے پوچھا کہ

☆۱: مصنف عبدالرزاق ج 10. ص 242

مصنف ابن ابی شیبہ ج 6. ص 526. 527

المحلی لابن حزم ج 12. ص 333

اعلام الموقعین ج 3. ص 11

موسوعة فقہ عمر بن الخطاب ص 275

تمہاری اونٹنی کی قیمت کتنی ہے؟ اس نے کہا: واللہ میں نے تو چار سو درہم میں بھی نہیں بیچی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اس کو آٹھ سو درہم دیدو۔ ۱۶۵

اسی بناء پر ڈاکٹر روبی بن راج الرحیلی نے فقہاء حنفیہ شافعیہ حنابلہ اور مالکیہ کی یہ رائے نقل کی ہے کہ قسط والے سال کسی چور کا ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا۔ جب تک کہ اس کے مستغنی ہونے کا علم نہ ہو سکے۔ اگر یہ معلوم ہو جائے کہ اس کی کوئی ایسی مجبوری یا ضرورت نہ تھی جو اسے چوری پر مجبور کرتی تو پھر اس کا ہاتھ کاٹا جائے گا۔ ۱۶۶

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے محولہ بالا قول (لَا قَطْعَ فِي عَامِ سَنَةِ) کے بارے میں امام احمد رحمہ اللہ سے سوال کیا گیا کہ کیا آپ بھی یہی فتویٰ دیتے ہیں؟ آپ نے فرمایا: بے شک میں ہرگز اس شخص کا ہاتھ نہیں کاٹوں گا۔ جسے ضرورت چوری پر مجبور کر دے اور لوگ تکلیف اور بھوک میں مبتلا ہوں۔ امام اوزاعی رحمہ اللہ سے بھی ایسا ہی قول نقل کیا گیا ہے۔ صاحب المغنی فرماتے ہیں کہ یہ فتویٰ / قول اس بات پر محمول ہوگا کہ وہ شخص خریدنے کے لئے کوئی چیز نہ پائے یا اسکے پاس اتنی رقم نہ ہو جس کے ذریعے وہ کچھ خرید سکے۔ البتہ اگر اسے کھانے کو کچھ مل جائے یا خریداری کے لئے رقم مل جائے یا خریدنے کے لئے کوئی چیز مل جائے اگرچہ مہنگی ہو تو ایسے شخص کا ہاتھ کاٹا جائے گا۔ یہی امام شافعی رحمہ اللہ کا بھی مذہب ہے۔ ۱۶۷

ڈاکٹر روبی الرحیلی لکھتے ہیں: بعض معاصرین کا خیال ہے کہ ”یہ عمل (یعنی حد سرقہ کا موقوف کیا جانا) درحقیقت حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی طرف سے نئی قانون سازی ہے

۱: ☆ موطأ امام مالک ج 2. ص 748

اعلام الموقعین ج 3. ص 11

معرفة السنن والآثار ج 12. ص 425

۲: ☆ فقہ عمر بن الخطاب ج 1. ص 291

۳: ☆ المغنی ج 12. ص 462-463

جس کی مثال شریعت میں نہیں ملتی، یہ ایک ایسا دعویٰ ہے۔ جس کی کوئی بنیاد ہی نہیں کیونکہ شریعت کے قواعد اور کلیات پوری وضاحت کے ساتھ اس مسئلہ پر دلالت کرتے ہیں۔ اسکے لیے ابوداؤد کی ایک روایت سے استدلال ممکن ہے جسے انہوں نے صحیح سند کے ساتھ عبادہ بن ثمر حیل سے نقل کیا ہے۔ کہ وہ فرماتے ہیں کہ قحط اور بھوک کی وجہ سے میں مدینہ منورہ کے باغات میں سے ایک باغ کی چار دیواری میں داخل ہوا۔ اور سنبلیٹ لیکر اسے ہاتھوں میں مسل کر خوکھا لیا اور کچھ اپنے کپڑے میں لے کر چل پڑا۔ اتنے میں باغ کا مالک آیا مجھے مارا۔ اور میرا کپڑا لے کر نبی کریم ﷺ کے پاس آیا اور سامان ماجرا سنایا حضور ﷺ نے فرمایا: مَا عَلِمْتُ اِذْ كَانَ جَاهِلًا وَلَا اَطَعْتُ اِذْ كَانَ جَانِبًا اَوْ سَاعِيًا اگر یہ جاہل تھا تو تم نے اسے سمجھایا نہیں اور اگر بھوکا تھا تو کھلایا نہیں۔ پھر آپ ﷺ نے حکم دیا تو اس نے میرا کپڑا واپس کر دیا۔ اور مجھے ڈیڑھ و سق طعام بھی دیدیا۔ ۱۲۶

حقیقت تو یہ ہے۔ کہ ایسی حالت اضطراری ہوتی ہے۔ اور اضطرار ایسا شبہ ہے۔ جسکی وجہ سے حد کو ساقط کیا جاسکتا ہے۔ ضرورت کے وقت دوسروں کے مال سے بلا اجازت بقدر حاجت کچھ کھالینا جائز ہے تاکہ ہلاکت کو نالا جاسکے۔ ۲۶۷

بھوک مٹانے یا مہلک پیاس کو دفع کرنے کیلئے اگر کوئی چوری کر لے تو اس پر کوئی عقاب نہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔ (لَمَنْ اضْطُرَّ غَيْرَ بَاغٍ وَلَا عَادٍ فَلَا اِثْمَ عَلَيْهِ - ۳۶۷ یعنی حالت اضطرار میں اگر کوئی حرام چیز کھالے تو اس پر کوئی گناہ نہیں

۱: ☆ سنن ابی داؤد کتاب الجہاد باب دوم حدیث 37

فقہ عمر بن الخطاب ج 1. ص 291. 292

۲: ☆ المبسوط ج 9. ص 140

۳: ☆ سورة البقرہ آیت 137

بشرطیکہ بغاوت کا جذبہ نہ ہو اور حد سے تجاوز نہ کرے۔ اسی طرح نبی کریم ﷺ نے

فرمایا: (لَا قَطْعَ لِي زَمَنِ الْمَجَاعَةِ) ☆

یعنی قحط کے زمانے میں چوری پر ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا۔ فتاویٰ عالمگیری میں بھی یہ تصریح موجود ہے۔ کہ اگر ایک نے دوسرے سے طعام چرایا حلاکتہ ایسے سال میں چرایا کہ قحط ہے تو اسکی چوری سے ہاتھ نہیں کاٹا جائیگا خواہ ایسا طعام ہو کہ جلد بگڑ جاتا ہو یا جلد نہ بگڑتا ہو۔ خواہ عمرز ہو یا نہ ہو۔ ☆ ۲۲ مزید تفصیل کے لئے دیکھیے۔ ☆ ۳

یہ موضوع اتنا ہی عظیم ہے جتنی عظیم خود حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی شخصیت ہے۔

اس پر مزید بہت کچھ لکھا جاسکتا ہے اور دل بھی یہی چاہتا ہے کہ ہر ایک ذیلی عنوان کو مزید پھیلا دیا جائے۔ مجھے اپنی بے بضاعتی کا تو خیر اعتراف ہے لیکن یہ کہنا شاید یقینی بر مبالغہ نہ ہو کہ امت مسلمہ قیامت حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی مقررہ رہنمائی۔

رمادہ کے واقعات کا ذکر کرتے ہوئے محمد حسین ہیکل نے جن احساسات اور جذبات کا اظہار کیا ہے۔ میں سمجھتا ہوں ہر مسلمان انہی احساسات و جذبات کا حامل ہے اور ہمارے حالات کا تقاضا بھی یہی ہے۔ میں انہی کے اقتباسات اختتامیہ کے طور پر نقل کرتا ہوں۔ لکھتے ہیں:-

حضرت عمر رضی اللہ عنہ خود کیا کریں اور ان بھوکوں کا پیٹ کس طرح بھریں؟ بیت المال ان کے ہاتھ میں تھا اور ان کے عراق و شام کے عمال بس اتنا ہی سامان غذا بھیج سکتے تھے جو قحط سے پہلے کی عام معیشتی زندگی کو سنبھال سکتا پھر اگر وہ چاہتے تو بجا

☆ ۱: المسبوط ج 9. ص 114

تاریخ بغداد ج 6. ص 261

اخبار اصناف ج 1. ص 319 بلفظ (لَا قَطْعَ لِي زَمَنِ مَجَاعَةٍ)

کلہم عن ابی امامۃ رضی اللہ عنہ

☆ ۲: فتاویٰ عالمگیری ج 3. ص 312

☆ ۳: الموسوعة الفقهية ج 4. ص 299-298

طور پر یہ عذر کر سکتے تھے کہ خلافت کی اہم ذمہ داریاں انہیں اس بات کی اجازت نہیں دیتیں کہ وہ مزید ذمہ داری قبول کر کے جان پرستم کھیلیں اور اسے تمام مسلمانوں کی نگرانی و سرپرستی کے بوجھ تلے دبا دیں۔ لیکن اس موقع پر جو طرز عمل انہوں نے اختیار فرمایا وہ ایک ایسی روشن مثال ہے جس سے واقف ہونا اور جسکی تقلید کرنا ہر اس شخص کا فرض ہے۔ جسکے ہاتھ میں قوم کی باگ ڈور ہو۔ یہ حکمت و دانائی بجائے خود عظیم و جلیل ہے لیکن اسکی عظمت و جلالت اسوقت اور بڑھ جاتی ہے جب اس کا صدور ایک ایسی ذات سے ہوتا ہے جس میں ان دنوں کسریٰ اور قیصر دونوں کے ملک جمع ہو گئے تھے۔ وہ ملک جنگی فرمانروائی مسلمانوں کیلئے صرف ایران و روم ہی نہیں بلکہ تمام دنیا کے مقابلے میں فخر و امتیاز کا نشان تھی۔ عراق و شام اور انکی راجتیں اور آسائش حضرت عمر رضی اللہ عنہ کیلئے تھیں اور ایران کی جو راحت اور شام کی جو آسائش فاروق اعظم چاہتے اپنے لیے مخصوص کر سکتے تھے۔ لیکن وہ راحت و آسائش کو دنیوی چیز اور آرام و تن آسانی کو سرمایہ نگرانی سمجھتے تھے۔ چنانچہ انہوں نے آخرت کی بھلائی اور اللہ تعالیٰ کی خوشنودی حاصل کرنے کیلئے انہیں ٹھکرا دیا۔

وہ امیر المؤمنین تھے لیکن پھر بھی ان کا یہ خیال تھا کہ وہ عوام کی تکلیف کا اندازہ نہیں کر سکتے تا وقت یہ کہ ان کی اکثریت کی طرح غربت و ناداری کے مصائب جھیل کر جلد سے جلد اس ابتلاء کو دور کرنے کی کوشش نہ کریں۔ ”عام الرمادة“ میں لوگوں نے انہیں دیکھا کہ ان کا رنگ سیاہ پڑ گیا ہے حالانکہ وہ سرخ و سفید تھے۔ جس کی وجہ یہ تھی کہ گھی دودھ اور گوشت ان کی غذا تھی۔ لیکن جب لوگ قحط میں مبتلا ہوئے تو انہوں نے یہ تمام چیزیں اپنے اوپر حرام کر لیں اور صرف روغن زیتون سے روٹی کھانے لگے۔ انہوں نے کثرت سے فاقے کرنے شروع کر دیئے۔ یہاں تک کہ جن لوگوں نے ان کی یہ حالت دیکھی تھی۔ وہ کہتے تھے۔ اگر اللہ تعالیٰ عام الرمادة کا فطرتاً دور نہ فرماتے تو ہمارا خیال

ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ مسلمانوں کے غم میں جان دیدیتے۔ ☆

مناسب ہے کہ ہم اس موقع پر تھوڑی دیر کے لئے توقف کریں اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی سیاست کو دیکھیں جو اس قحط کے زمانے میں جس سے انہیں اور ان کی قوم کو سابقہ پڑا ان کی خدمات سے ظاہر ہوئی ہے۔ اس سے ہماری مراد استعجاب و احترام کے ان جذبات کا احترام نہیں ہے جو ان خدمات کے پیش نظر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے لئے دل میں پیدا ہوئے ہیں بلکہ ہم ان خدمات کے آئینے میں حکومت کی اس تصویر کے اجمالی خطوط دیکھنا چاہتے ہیں جو اس شخص کے ذہن میں مرئسم تھی۔ جسے قضا و قدر نے اس مقصد کے لئے مخصوص فرمایا تھا کہ وہ اسلامی معاشرے میں نظام حکومت کو تفصیلی رنگ دینے کا سب سے پہلے آغاز کرے۔ ان خدمات و اعمال میں جو چیز سب سے زیادہ نظر کو اپنی طرف کھینچتی ہے وہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا ذمہ داریاں قبول کرنا اور اپنی جان کو مورد ستم بنانا ہے۔ انہوں نے اللہ تعالیٰ کی عطا کی ہوئی نعمتوں سے روگرداں ہونے کے لئے اپنے اوپر یہ بوجھ نہیں لادیا تھا کہ اسلام اس کی اجازت نہیں دیتا۔ یہ وہ اس لئے کرتے تھے کہ ان کا شعور غریبوں، کمزوروں اور محتاجوں کے شعور سے ہم آہنگ ہو جائے۔ ان کا ارشاد ہے۔ جب تک میں خود لوگوں کی مصیبت میں شریک نہ ہوں گا مجھے ان کی تکلیف کا کیسے اندازہ ہوگا؟ اس لئے وہ اپنے آپ کو ان محتاجوں کی سطح پر لے آئے تھے جنہیں زندگی برقرار رکھنے کیلئے صرف انہی کا دسترخوان میسر آتا تھا جس پر وہ دوسرے ہزاروں بھوکوں کے ساتھ بیٹھے تھے چنانچہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ ان کے ہمراہ کھانا کھاتے تھے اور اپنے گھر میں کھانا کھانے پر رضامند نہ ہوتے تھے تاکہ کوئی یہ نہ سمجھے کہ وہ اپنے لیے ایسی چیز پسند کرتے ہیں جو ان کی قوم کے فاقہ زدوں کو میسر نہیں۔ اپنے اس عمل سے ان کے دواہم مقصد تھے۔ ایک تو یہ کہ انہیں لوگوں کے دکھ درد کا احساس



ہو جائے تاکہ وہ ان سے ہمدردی اور ان کی تکلیفیں دور کرنے کے سلسلے میں سعی و عمل کی رفتار تیز کر دیں اور دوسرا یہ کہ عوام کو اطمینان حاصل ہو جائے کہ امیر المؤمنین مصائب و شدائد میں ہمارے برابر کے شریک ہیں اور ان کے جذبات <sup>مشتعل</sup> نہ ہوں بلکہ وہ ہر تکلیف و اذیت پر راضی بہ رضار ہیں کہ مملکت کا سب سے بڑا آدمی اس ابتلاء میں ان کا ساتھ دے رہا ہے اور ان دونوں مقاصد میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ اتنے کامیاب رہے کہ کسی قوم کا کوئی فرمان روا اس کی مثال پیش نہیں کر سکتا۔ ☆

## مأخذ ومراجع:

### (1) القرآن الكريم

(2) **صحيح بخارى**: ابو عبد الله محمد بن اسماعيل البخارى  
(المتوفى سنة 256 هـ) بترقيم محمد فؤاد عبد الباقي المكتبة  
الاسلامية، استانبول تركيا

### (3) **فتح البارى شرح صحيح البخارى**: الامام الحافظ

أحمد بن على بن حجر العسقلانى (المتوفى سنة 852 هـ) تعليق الشيخ  
عبد العزيز بن عبد الله بن باز رحمه الله وترقيم محمد فؤاد عبد الباقي  
مطبوعه دار الكتب العلميه بيروت لبنان (طبع أول 1989)

(4) **صحيح مسلم**: الامام ابو الحسين مسلم بن الحجاج النيسابورى  
(المتوفى سنة 261 هـ) بترقيم محمد فؤاد عبد الباقي المكتبة الاسلامية  
استانبول تركيا.

### (5) **المستدرک على الصحيحين**: الامام الحافظ ابو عبد الله

الحاكم النيسابورى (المتوفى سنة 405 هـ) باشراف يوسف عبد  
الرحمان المرعشلى. دار المعرفة بيروت لبنان

### (6) **صحيح ابن حبان بترتيب ابن بلبان**: الامير علاؤ الدين

على بن بلبان الفارسى (المتوفى سنة 739 هـ) مؤسسة الرسالة بيروت  
لبنان

### (7) **موارد الظمآن إلى زوائد ابن حبان**: الحافظ نور الدين على

بن ابى بكر الهيثمى (المتوفى سنة 807 هـ) تحقيق شعيب الارنؤوط

ومحمد رضوان العرقسوسى طبع اول سنه 1993 مطبوعه مؤسسة  
الرسالة بيروت لبنان

(8) **الموطأ**: امام مالك بن أنس مطبوعه دار احياء التراث العربى  
بيروت لبنان (تحقيق محمد فواد عبد الباقي) (سنه 1307 هـ 'سنه 1985)

(9) **سنن أبى داود**: الامام ابو داود سليمان بن الاشعث السجستاني  
(المتوفى سنه 275 هـ) ضبط وتعليق محمد محى الدين عبد  
الحميد مطبوعه دار احياء التراث العربى بيروت لبنان

(10) **سنن الترمذى**: الامام ابو عيسى محمد بن عيسى بن سورة  
الترمذى (المتوفى سنه 279 هـ) شركة مكتبة ومطبعة مصطفى البابى  
الحلبى وأولاده بمصر (طبع دوم سنه 1978)

(11) **سنن النسائى**: الامام ابو عبد الرحمن احمد بن شعيب النسائى  
(المتوفى 303 هـ) طبعة دار المعرفة بيروت 1994م

(12) **سنن ابن ماجه**: الحافظ ابو عبد الله محمد بن يزيد القزوينى  
(المتوفى سنه 275 هـ) تحقيق محمد فواد عبد الباقي. مطبوعه المكتبة  
الاسلامية استانبول تركيا.

(13) **سنن الدارمى**: الامام ابو محمد عبد الله بن عبد الرحمان  
الدارمى (المتوفى سنه 225 هـ) تحقيق ذاكر مصطفى اديب البغا طبع  
اول سنه 1991 مطبوعه دار القلم بيروت ودمشق

(14) **كتاب السنة**: الحافظ ابوبكر عمرو بن ابى عاصم الضحاك  
بن مخلد الشيبانى (المتوفى سنه 287 هـ) تحقيق محمد ناصر الدين  
الالبانى المكتب الاسلامى بيروت ودمشق طبع دوم 1985

(15) **السنن الكبرى** : الامام ابوبكر احمد بن الحسين بن علي

البهقي (المتوفى سنة 458هـ) مطبوعه دار الكتب العلميه بيروت لبنان

(16) **معرفة السنن والآثار** : الامام ابوبكر احمد بن الحسين

البهقي (المتوفى سنة 458هـ) تحقيق الدكتور عبد المعطى امين قلعجي

طبع اول سنة 1411هـ مطبوعه دار قتيبة دمشق وبيروت.

(17) **شرح السننه** : الامام حسين بن مسعود البغوى. (المتوفى

سنة 516هـ) تحقيق شعيب الارنؤوط طبع دوم سنة 1983 مطبوعه

المكتب الاسلامى بيروت ودمشق.

(18) **المسند** : الامام عبد الله بن الزبير الحميدى (المتوفى

سنة 219هـ) تحقيق حبيب الرحمان الاعظمى مطبوعه عالم الكتب

بيروت

(19) **مسند احمد بن حنبل** : الامام ابو عبد الله أحمد بن محمد

بن حنبل (المتوفى سنة 241هـ) مطبوعه دار الفكر العربى بيروت لبنان

(20) **منحة المصعبود فى ترتيب مسند أبى داود**

**الطيالسى** : ترتيب احمد بن عبد الرحمن البنا الساعاتى طبع دوم

سنة 1400هـ المكتبة الاسلاميه بيروت لبنان

(21) **المصنّف** : ابوبكر عبد الرزاق بن همام الصنعاني (المتوفى

211هـ) (تحقيق حبيب الرحمن اعظمى) مطبوعه المكتب الاسلامى

بيروت لبنان (طبع دوم سنة 1983)

(22) **المنصف فى الاحاديث والآثار** : الحافظ عبد الله بن محمد بن

ابى شيبة الكوفى العيسى (المتوفى سنة 235هـ) تحقيق سعيد محمد

للحام مطبوعه دار الفكر بيروت 1409 هـ 1989

(23) **المعجم الأوسط**: الامام ابو القاسم سليمان بن احمد الطبراني

(المتوفى سنه 360 هـ) تحقيق ذاكر محمود الطحان طبع اول

1985 مطبوعه مكتبة المعارف الرياض. سعودى عرب

(24) **المعجم الكبير**: الامام ابو القاسم سليمان بن احمد الطبراني

(المتوفى 360 هـ) تحقيق حمدي عبدالمجيد سلفى داراحياء التراث

العربى بيروت لبنان سنه 1984ء.

(25) **تحفة الاشراف بمعرفة الاطراف**: الامام الحافظ جمال

الدين ابو الحجاج يوسف بن الزكى عبد الرحمان بن يوسف المزى

(المتوفى سنه 742 هـ) مطبوعه الدار القيمة. بهيولدى. بمبائى. هند

سنه 1974

(26) **مجمع الزوائد ومنبع الفوائد**: الحافظ نور الدين على بن

ابى بكر الهيثمى (المتوفى سنه 807 هـ) دارالكتاب العربى بيروت لبنان

طبع سوم 1982ء

(27) **جامع الاصايد الجامع الصغير وزايد والجامع**

**الكبير**: الحافظ جلال الدين عبد الرحمان بن ابى بكر السيوطى

(المتوفى سنه 911 هـ) تحقيق عباس احمد صقرو احمد عبد الجواد

(مطبوعه سنه 1414 هـ)

(28) **كنز العمال**: فى سنن الأقوال والافعال. علامه علاؤ الدين

على المتقى (المتوفى 975 هـ) مطبوعه مؤسسة الرساله بيروت لبنان

طبع 1979 تعليق وضبط الشيخ بكرى حياني والشيخ صفوة السنه

(29) **كشف الخفاء ومزيل الالباس عما اشتمر من الاحاديث**

**على السنة الناس** (الشيخ اسماعيل بن محمد العجلوني (المتوفى  
سنة 1162 هـ) طبع ثالث سنة 1351 هـ بيروت لبنان.

(30) **عمل اليوم والليلة**: الامام أحمد بن شعيب النسائي

(المتوفى سنة 303 هـ) تحقيق دأكر فاروق حمادة طبع دوم

1985 مطبوعه مؤسسة الرساله بيروت لبنان

(31) **عمل اليوم والليلة**: ابوبكر أحمد بن محمد بن اسحاق السبي

الحافظ الدينوري تعليق عبدالله حجاج طبع سوم سنة 1984 مطبوعه

دارالجيل بيروت

(32) **الزهد**: الامام ابو عبد الله أحمد بن حنبل (المتوفى سنة 241 هـ)

طبع اول سنة 1987 مطبوعه دار الريان للتراث القاهرة.

(33) **كتاب الرقة**: الامام موفق الدين ابو محمد عبد الله بن احمد

بن قدامة المقدسي (المتوفى سنة 620 هـ) تحقيق مسعد عبد الحميد

محمد السعدني طبع اول سنة 1994 مطبوعه دار الكتب العلمية

بيروت لبنان

(34) **كتاب مجابى الدعوة** الحافظ ابوبكر عبد الله بن محمد بن

ابى الدنيا (المتوفى سنة 281 هـ) مطبوعه الدار القيمه 'بهيوندى' بمبئي

'هندوستان' (طبع اول 1972ء)

(35) **كتاب الدعاء**: الامام ابو القاسم سليمان بن احمد الطبراني

(المتوفى سنة 360 هـ) تحقيق مصطفى عبدالقادر عطا طبع اول

سنة 1993 هـ مطبوعه دار الكتب العلمية بيروت لبنان

(36) **علل الحديث** : الامام ابو محمد عبد الرحمان بن ابي حاتم

الرازي المتوفى سنة 327 هـ مطبوعه مكتبة المشى بغداد. العراق

(37) **كتاب معرفة علوم الحديث** : الامام الحاكم ابو عبد الله

محمد بن عبد الله النيسابوري (المتوفى. 405 هـ ) مطبوعه دار احياء

العلوم بيروت لبنان سنة 1986

### السيرة النبوية

(38) **كتاب السنيروالمغازي** : محمد بن اسحاق بن يسار

(المتوفى سنة 151 هـ) تحقيق ذاكر سهيل زكار طبع اول سنة 1978

دار الفكر بيروت لبنان

(39) **سيرة ابن هشام** : (ابو محمد عبد الملك بن هشام المعافري

(المتوفى سنة 213 هـ) تعليق طه عبد الروف سعد مكتبة الكليات

الازهرية القاهرة

(40) **السيرة النبويه وأخبار الخلفاء من كتاب**

**الاشقات** : الامام ابو حاتم محمد بن حبان البستي (المتوفى سنة 354 هـ)

تعليق السيد عزيز بك. طبع اول سنة 1987 مطبوعه مؤسسة الكتب

الثقافية بيروت لبنان

(41) **دلائل النبوه** : ابو نعيم احمد بن عبد الله الاصفهاني (المتوفى

سنة 430 هـ) طبع سنة 1977ء

(42) **دلائل النبوه ومعرفة احوال صاحب**

**الشريعة** : ابوبكر احمد بن الحسين البيهقي (المتوفى سنة 458هـ)

تحقيق الدكتور عبد المعطى قلعجي مطبوعه دار الكتب العلميه بيروت  
لبنان (طبع أول 1985ء)

**(43) عيون الأثر فى المفازى والشمالى والسير** : فتح الدين

ابو الفتح محمد بن محمد بن عبد الله بن محمد ابن يحيى بن  
سيد الناس الشافعى الاندلسى المصرى. (المتوفى سنة 734هـ) تحقيق  
لجنة احياء التراث العربى مطبوعه دار الافاق الجديده بيروت لبنان طبع  
سوم سنة 1982

**(44) السيرة النبويه من كتاب تاريخ الاسلام** : الامام شمس

الدين محمد بن احمد بن عثمان الذهبى (المتوفى سنة 748هـ) تحقيق  
حسام الدين القدسى. طبع دوم سنة 1982 مطبوعه دار الكتب العلميه  
بيروت لبنان

**(45) المواهب اللدنيه بالمنح المحمديه** : العلامة احمد بن

محمد القسطلانى (المتوفى سنة 923هـ) تحقيق صالح احمد الشامى  
طبع اول سنة 1991 المكتب الاسلامى بيروت ودمشق وعمان

**(46) كتاب فضائل الصحابة** : الامام ابو عبد الله احمد بن محمد بن

حنبل (المتوفى سنة 241هـ) تحقيق وصى الله محمد عباس طبع اول  
سنة 1983 مؤسسة الرساله. بيروت. لبنان.

**(47) الاستيعاب فى معرفة الأصحاب** (ابو عمر يوسف بن

عبد الله بن محمد بن عبد البر النمرى القرطبى (المتوفى سنة 463هـ)  
(تحقيق على محمد البجاوى) مطبوعه دار الجيل بيروت لبنان (طبع



أول 1992)

(48) **أسد الغابة في معرفة الصحابة** الامام عز الدين ابو الحسن  
على بن محمد الجزري المعروف بابن الاثير (المتوفى سنة 630هـ)  
تحقيق محمد ابراهيم البناء وزملاؤه دار الشعب.

(49) **الإصابة في تمييز الصحابة** (الامام الحافظ احمد بن  
على بن حجر العسقلاني) (المتوفى سنة 852هـ) تحقيق وتعليق عادل  
احمد عبد الموجود وعلى معوض مطبوعه دار الكتب العلمية بيروت  
لبنان (طبع أول 1995ء)

### **الخلفاء الراشدون**

(50) **مناقب امير المؤمنين عمر بن الخطاب** (ابو  
الفرج عبد الرحمن بن على بن محمد ابن الجوزي) (المتوفى  
سنة 597هـ) (تحقيق ذاكر زينب ابراهيم القاروط) مطبوعه دار الكتب  
العلمية بيروت لبنان

(51) **الخلفاء الراشدون**: الامام شمس الدين محمد بن عثمان  
الذهبي (المتوفى سنة 748هـ) طبع اول 1988 دار الكتب العلمية  
بيروت لبنان

(52) **تاريخ الخلفاء**: جلال الدين عبد الرحمن بن ابي بكر  
السيوطي (المتوفى سنة 911هـ) تحقيق محمد محي الدين عبد الحميد  
مطبوعه المكتبة التجارية الكبرى شارع محمد على قاهره مصر (طبع  
أول 1952ء)

- (53) **الفاروق محمد شبلی نعمانی**. (متوفی 1914ء) ملک جنن الدین تاجر کتب کشمیری بازار لاہور (جون 1945ء)
- (54) **عمر فاروق اعظم**: محمد حسین ہیکل (اردو ترجمہ حبیب اشعر) مکتبہ جدید لاہور 1960ء
- (55) **اخبار عمر** علی طنطاوی و ناجی طنطاوی المکتب الاسلامی بیروت 'دمشق طبع ہشتم 1983ء)
- (56) **حضرت عمرؓ کے سرکاری خطوط**: ڈاکٹر خورشید احمد فاروق. پرنٹ لائن پبلشرز لاہور سنہ 1999
- (57) **جولہ تاریخیۃ فی عصر الخلفاء الراشدين** (ڈاکٹر محمد السید الوکیل دارالمجتمع جدہ طبع اول 1986

### التاریخ العام

- (58) **الطبقات الكبرى**: ابو عبد اللہ محمد بن سعد بن منیع البصری المعروف بابن سعد (المتوفی سنہ 230ھ) مطبوعہ دار صادر بیروت لبنان
- (59) **تاریخ خلیفہ بن خیاط** (ابو عمرو خلیفہ بن خیاط العصفری (المتوفی سنہ 240ھ) (تحقیق الدكتور اکرم ضیاء العمری) مطبوعہ دار القلم دمشق 'مؤسسة الرسالة بیروت طبع دوم سنہ 1977)
- (60) **کتاب المحبر**: ابو جعفر بن حبیب البغدادی (المتوفی سنہ 245ھ) مطبوعہ دار نشر الکتب الاسلامیہ لاہور. پاکستان.

(61) **التاريخ الكبير** : الامام ابو عبد الله محمد بن اسماعيل

البخاري (المتوفى سنة 256هـ) مطبوعه دار الكتب العلميه بيروت لبنان

(62) **عيون الاخبار** : ابو محمد عبد الله بن مسلم بن قتيبة الدينوري

(المتوفى سنة 276هـ) ضبط وتعليق ذاكر يوسف على الطويل طبع

اول سنة 1986 مطبوعه دار الكتب العلميه بيروت لبنان

(63) **فتوح البلدان** ابو الحسن أحمد بن يحيى بن جابر بن داود

البغدادى البلاذرى (المتوفى سنة 279 - ) مراجعه وتعليق رضوان

محمد رضوان مطبوعه دار الكتب العلميه بيروت لبنان (طبع

سنة 1978)

(64) **تاريخ اليعقوبى** : احمد بن ابى يعقوب بن جعفر بن وهب بن

واضح (المتوفى سنة 284هـ) المعروف باليعقوبى مطبوعه دار صادر

بيروت لبنان

(65) **تاريخ الطبرى** : (تاريخ الامم والملوك) ابو جعفر محمد

بن جعفر بن جرير الطبرى (المتوفى سنة 310هـ) (تحقيق محمد ابو

الفضل ابراهيم) مطبوعه دار سويدان بيروت لبنان

(66) **الاسماء والكنى** : الامام الحافظ ابو بشر محمد بن احمد بن

حماد الدولاى (المتوفى سنة 310هـ) تحقيق الشيخ زكريا عميرات

طبع اول 1999 مطبوعه دار الكتب العلميه بيروت لبنان

(67) **حلية الاولياء وطبقات الاصفياء** : حافظ ابو نعيم احمد

بن عبد الله الاصفهاني (المتوفى سنة 430هـ) مطبوعه دار الكتاب

العربى بيروت لبنان طبع سوم 1980

(68) **كتاب ذكر اخبار اصفهان**. ابو نعيم احمد بن عبد الله  
الاصفهاني (المتوفى سنة 430هـ) انتشارات جهان تهران ايران طبع  
لیدن سنة 1931

(69) **تاريخ بغداد**: ابوبكر احمد بن علي الخطيب البغدادي  
(المتوفى سنة 463هـ) المكتبة السلفية 'المدينة' المنورة. سعودى عرب  
(70) **المنتظم فى تاريخ الامم والملوك** (ابو الفرج  
عبد الرحمان بن علي بن محمد ابن الجوزى) (المتوفى سنة 597هـ)  
(تحقيق محمد عبد القادر عطا ومصطفى عبد القادر عطا) مطبوعه  
دار الكتب العلميه بيروت لبنان (طبع أول 1992)

(71) **الكامل فى التاريخ**: عز الدين ابو الحسن علي بن ابى  
الكرم محمد بن محمد بن عبد الكريم بن عبد الواحد الشيباني  
المعروف بابن الاثير (المتوفى سنة 630هـ) دمنطوبه دار صادر  
بيروت لبنان سنة 1965هـ

(72) **نهاية الارب فى فنون الادب** شهاب الدين احمد بن  
عبد الوهاب النويرى (المتوفى سنة 733هـ) تحقيق محمد ابو الفضل  
ابراهيم سنة 1975ء مطبوعه المكتبة العربية. القاهرة مصر

(73) **العبر فى خبر من عَبر** (شمس الدين ابو عبد الله  
محمد بن احمد بن عثمان بن قايماز بن عبد الله التركمانى الاصل  
الفارقى الدمشقى) (المتوفى سنة 748هـ) (تحقيق ابو هاجر محمد  
السعيد بن بسيونى الزغلول) مطبوعه دار الكتب العلميه بيروت لبنان

**(74) تنمة المختصر في اخبار البشر (تاريخ ابن**

**الوردى):** (زين الدين عمر بن المظفر بن ابي الفوارس ابن الوردى  
(المتوفى سنة 749هـ) (تحقيق احمد رفعت البدر اوى) مطبوعه  
دار المعرفة بيروت لبنان (طبع أول سنة 1970)

**(75) البداية والنهاية:** (ابو الفداء اسماعيل بن كثير

الدمشقى (المتوفى سنة 774هـ) (تحقيق على شيرى) مطبوعه دار  
احياء التراث العربى بيروت لبنان (طبع أول 1988)

**(76) تاريخ ابن خلدون (ديوان المبتدأ والخبر فى**

**تاريخ العرب والبربر ومن عاصرهم من ذوى**

**الشان الاكبر):** (عبد الرحمان بن خلدون (المتوفى سنة 808هـ)  
(حواشى ومراجعته: الاستاذ خليل شحادة وذاكر سهيل زكار مطبوعه  
دار الفكر بيروت لبنان (طبع دوم 1988)

**(77) الجوهر الثمين فى سير الملوك والслаطين) صارم**

الدين ابراهيم بن محمد بن يدمر العلانى المعروف بابن دقماق  
(المتوفى سنة 809هـ) (تحقيق محمد كمال الدين عز الدين على . طبع  
اولى سنة 1985 مطبوعه عالم الكتب بيروت لبنان

**(78) شذرات الذهب فى أخبار من ذهب (ابو الفلاح**

عبد الحى بن العماد الحنبلى (المتوفى سنة 1089هـ) مطبوعه  
دار الميسرة بيروت لبنان طبع دوم 1979ء)

**(79) صفحات من صبر العلماء: عبد الفتاح ابو غدة مطبوعه**

مكتب المطبوعات الاسلاميه بيروت طبع خامس سنه 1997  
 (80) **تاريخ دول الاسلام**: رزق الله منقر يوس الصر. في الدار العالميه  
 (طبع اول 1986)

## الفقه

(81) **كتاب الاموال**: الامام ابو عبيد القاسم بن سلام (المتوفى  
 سنه 224هـ) تحقيق محمد خليل هراس: اشاعت دوم  
 1395هـ 1975م مكتبة الكليات الازهرية قاهره دار الفكر قاهره بيروت  
 (82) **المحلى بالآثار**: ابو محمد علي بن احمد بن سعيد بن حزم  
 الأندلسي (المتوفى سنه 456) (تحقيق عبد الغفار سليمان البنداري)  
 مطبوعه دار الكتب العلميه بيروت لبنان (1988)  
 (83) **المبسوط**: امام شمس الدين السرخسي مطبوعه دار المعرفة  
 بيروت 1986ء

(84) **المفنى** (موفق الدين ابو محمد عبد الله بن احمد بن محمد بن  
 قدامة المقدسى الجماعلى: الدمشقى الصالحى الحنبلى (المتوفى  
 سنه 620هـ) تحقيق عبد الله بن عبد المحسن التركي و ذاكر عبد  
 الفتاح محمد الحلومطبوعه دار عالم الكتب رياض سعودى عرب طبع  
 دوم 1417هـ 1997ء

(85) **إعلا الموقعين عن رب العالمين**: شمس الدين  
 ابى عبد الله محمد بن ابى بكر المعروف بابن القيم الجوزيه (المتوفى  
 751هـ) (مراجعته وتعليق طه عبدالرؤف سعد) مطبوعه مكتبة الكليات

الآزهرية القاهرة (1980)

(86) **فتاوی عالمگیری**: مترجم مولانا سید امیر علی. اداره نشریات اسلام اردو بازار لاہور.

(87) **موسوعه فقه عمر بن الخطاب** (ڈاکٹر محمد رواں قلعه جی مکتبۃ الفلاح کویت طبع اول 1981ء)

(88) **فقه عمر بن الخطاب موازنہ بفقہ اشہر المجتہدین** (ڈاکٹر روی بن راجح الرحلی جامعہ ام القریٰ مکہ المکرمہ طبع اول 1403ھ)

(89) **الموسوعة الفقهية**: وزارة الاوقاف والشئون الاسلاميه الكويت طبع دوم سنہ 1992ء 1412ھ

### لغت وادب

(90) **مصباح اللغات**: ابو الفضل مولانا عبد الحفیظ بلیاوی: سعید ایچ ایم کمپنی کراچی. جولائی سنہ 1973

(91) **ترتیب القاموس المحيط**: الطاهر احمد الزاوی مطبوعہ دار علم الکتاب الرياض. طبع چہارم سنہ 1996

(92) **الرائد** جبران مسعود دار العلم للملایین بیروت لبنان طبع چہارم 1981

(93) **کلیات اقبال**: علامہ ڈاکٹر محمد اقبال: شائع کردہ شیخ محمد بشیر اینڈ سنز اردو بازار لاہور.

(94) **نہج ابلاغہ**: مطبوعہ دار بمعرفہ بیروت لبنان

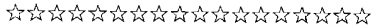
(٩5) **لسان العرب** : محمد بن منظور (المتوفى سنة 711 هـ) مطبوعه

دار التراث العربى بيروت (1988ء)

(96) **الشهب الالامعة فى السياسة النافعة** : ابو قاسم عبد الله بن يوسف

بن رضوان النجارى المالقى (المتوفى 784 هـ) مطبوعه دار الكتب

العلميه بيروت . لبنان طبع اول 2004ء





دارالقرآن الکریم حیات آباد (زیر تعمیر)

